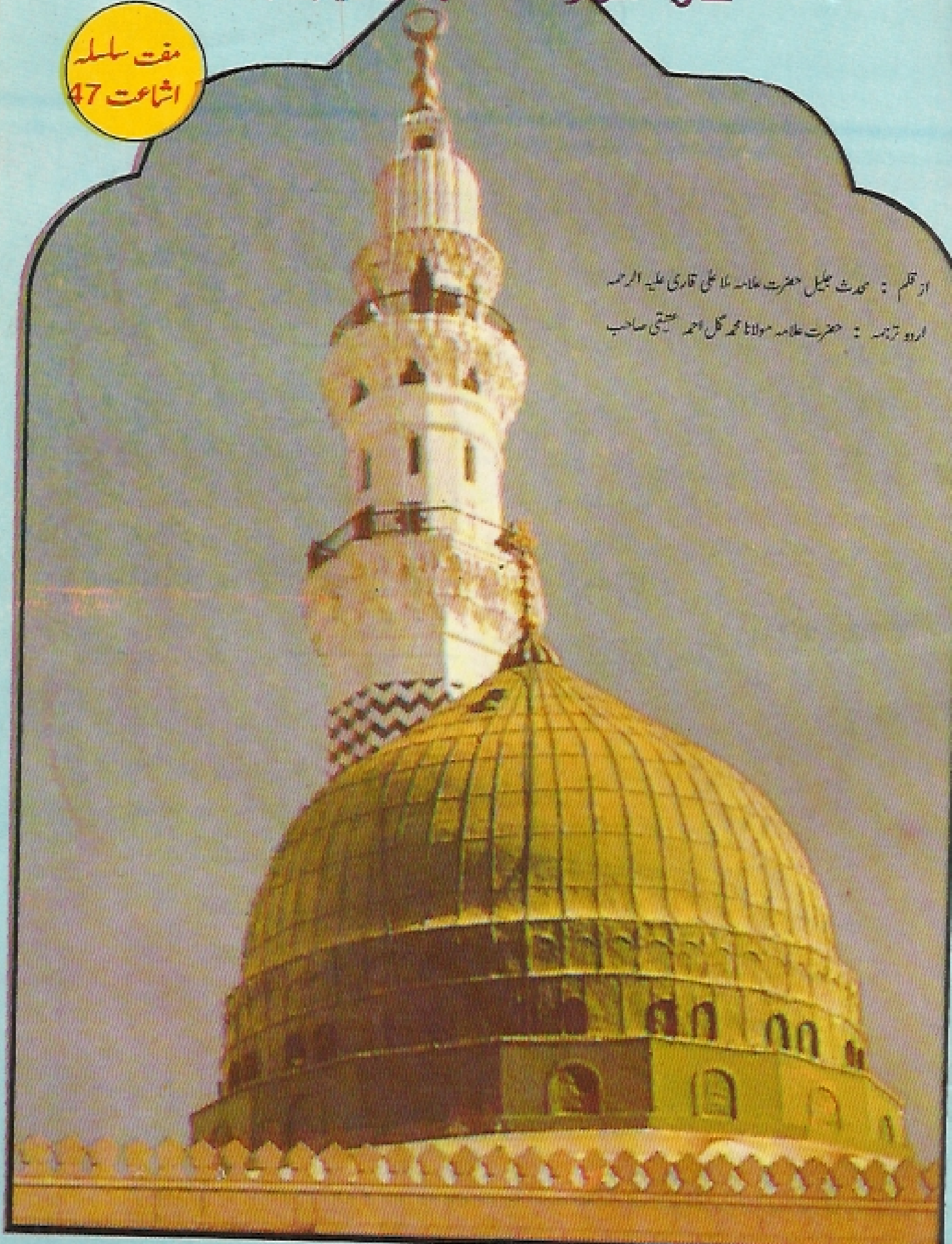
المورد الروی

فی المولد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مفت سلسلہ
اشاعت 47



از قلم : محدث جلیل حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ

اردو ترجمہ : حضرت علامہ مولانا محمد گل احمد عتیقی صاحب

جمعیت اشاعت اہلسنّت ۔ نور مسجد کاغذی بازار کراچی 74000

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نام کتاب ——— المولود الروی فی المولود النبوی

مصنف ——— حضرت علامہ مولانا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم ——— حضرت مولانا محمد گل احمد عتیقی مدظلہ عالی

ضخامت ——— ۷۲ صفحہ

تعدا ——— ۱۰۰۰

سن اشاعت ——— اگست ۱۹۹۶ء

ھدیہ ——— دعائے خیر بحق معاونین

برائے مہربانی بیرون جات کے حضرات تین روپے کے ڈاک ٹکٹ ضرور روانہ کریں

------☆☆-- ناشر --☆☆-------

جمعیت اشاعت اہلسنّت

نور مسجد میٹھادر کراچی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀ پیش لفظ ❀❀❀

شارح مشکوۃ حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کی مایہ ناز علمی و تحقیقی شخصیت عالم اسلام و دنیائے علم و فضل میں بہت محبوب و مستند شخصیت ہے۔ اور اہل علم میں آپ کی تصانیف مبارکہ بہت اہمیت و بڑی قدر و منزلت رکھتی ہیں اور انہی مقبول عام و شہرہ آفاق تصانیف میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر آپ کی کتاب " المورد الروی " ہے۔ جس کی اہل علم و عشاق رسول ﷺ کو بڑی مدت سے تلاش و تمنا تھی۔ الحمد للہ کہ بہت مشکل مراحل سے گزرنے' بہت عرصہ تک معرض التواء میں رہنے اور بڑی محنت و جدوجہد کے بعد یہ عظیم علمی خزانہ و عشق و محبت کا تحفہ منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بوسیلہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء قبول فرمائے۔ اور جن علماء و احباب نے اس سلسلہ میں تعاون و کوشش فرمائی ہے انہیں جزاء خیر دے۔ " آمین "

للہ الحمد ہر چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپس پردہ غیب پدید

مولانا گل احمد صاحب عتیقی اور بزم رضا کے ارکان محمد عبد اللہ صاحب بریلوی اور محمد افضل صاحب بالخصوص قابل ذکر و مستحق دعا ہیں اس لئے کہ مولانا موصوف نے المورد الروی کی ترجمانی کا بہت اہم کام سر انجام دیا اور بزم رضا کے ارکان نے اسے پہلی بار منظر عام پر لانے کے لئے بڑی تگ و دو اور جدوجہد فرمائی۔

طالب دعا

خادم اہلسنّت الفقیر ابو داؤد محمد صادق

زینت المساجد گوجرانوالہ

نوٹ : جمعیت اشاعت اہلسنت اس نادر و نایاب کتاب کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی 48 ویں کڑی کے طور پر شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے و طفیل جمعیت کی اس سعی کو قبول و منظور فرمائے اور اس کتاب کو نافع ہر خاص و عام فرمائے " آمین " (جمعیت اشاعت اہلسنت)

✿✺ نذر ✿✺

میں اس سعی کو والدہ محترمہ جن کی پیرانہ سالی کی دعائیں میرے شامل حال رہیں۔ نیز اپنے محسن بھائیوں راجہ فیض زمان خان، راجہ محمد یوسف، راجہ عبد القیوم خان، راجہ مولانا نعمت اللہ خان ضیائی، راجہ علی احمد خان اور راجہ محمد افراہیم خان کی نذر کرتا ہوں جو زمانہ تعلیم سے اب تک میرا اخلاقی و مالی تعاون کرتے رہے جس کی وجہ سے میں یکجہتی سے خدمت دین میں مصروف ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد گل احمد عتیقی مترجم "المورد الروی"

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ

مؤلف "المورد الروی" کے مختصر حالات زندگی

حضرت ملا علی بن محمد سلطان ہروی نزیل مکہ جو قاری، حنفی کے نام سے مشہور ہیں، کا شمار جید اور یکتائے روزگار علماء میں سے ہوتا ہے۔ آپ تحقیق اور حل عبارات میں مہارت تامہ رکھتے تھے آپ کی مزید تعریف کے لئے آپ کی شہرت ہی کافی ہے۔

جائے پیدائش : آپ ہراۃ میں پیدا ہوئے پھر مکہ تشریف لے گئے اور وہیں سکونت پذیر ہوئے اور آپ نے استاذ ابوالحسن بکری، سید زکریا حسین شہاب احمد بن حجر الهیثمی شیخ احمد مصری شاگرد رشید قاضی زکریا شیخ عبداللہ سندی، علامہ قطب الدین مکی وغیرہم جیسے مستبحر علماء سے علم حاصل کیا۔

آپ کے علم و فضل کا بڑا چرچا تھا اور علماء میں آپ کے علم و فضل کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے بے شمار بلند پایہ کتابیں تالیف فرمائیں جو نکات اور فوائد سے لبریز ہیں جن میں سے چیدہ چیدہ کتب درج ذیل ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ آپ کی سب سے بڑی اور ضخیم کتاب ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۲) شرح شفاء (۳) شرح شمائل (۴) شرح نخبتہ الفکر (۵) شرح شاطبی۔

(۶) شرح حصن حصین (۷) ناموس تلخیص قاموس (۸) الاثمار الجنیہ فی اسماء الحنفیہ۔ (۹) شرح ثلاثیات بخاری (۱۰) "حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی کی سوانح حیات" نزہتہ الخاطر الفاتر۔ (۱۱) المورد الروی فی المولد النبوی ﷺ

تاریخ وفات : آپ کی وفات شوال المکرم سن ۱۰۱۴ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوئی اور آپ کو جنت المعلی میں دفنایا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

"المورد الروی"

اس نور احمدی اور ضیاء محمدی (ﷺ) کے روشن اور منور کرنے پر جن کی تعریف کائنات عالم میں محمود (تعریف کیا ہوا) سے کی جاتی ہے اور عرب و عجم کو یہ نگا

رنگ نعمتوں اور قسم قسم کی نوازشوں کے احسان کرنے اور تمام لوگوں کی طرف ہدایت، نوازش اور رحمت و راحت بھیجنے پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں وہی رحیم و ودود ہے جس نے نہایت اچھے وقت اس یگانہ کو پیدا فرمایا اور وہ باعظمت مہینہ ربیع الاول کا مہینہ ہے۔

(ﷺ) اور اللہ تعالیٰ نے اس مقدس ماہ کو شرف و کرم سے نوازا اسے بہترین مقرب اور پسندیدہ بنایا۔ تو کسی اہل دل نے ربیع الاول شریف کی عظمت و شرف سے متاثر ہو کر کتنے عمدہ اشعار کہے ہیں۔

لهذا الشهر فى الاسلام فضل و منقبته تفوق على الشهور فمولود به اسم و معنى و
ايات بهرن لدى الظهور ربيع فى ربيع فى ربيع و نور فوق نور فوق نور

اس (ربیع الاول شریف) مہینہ کی اسلام میں بڑی فضیلت اور مرتبہ ہے جس کی وجہ سے اسے دوسرے مہینوں پر فوقیت ہے اور ایسا بچہ جس کی وجہ سے نام اور حقیقت اور نشانات اس کی تشریف آوری کے وقت ظہور پذیر ہوئیں۔ ربیع الاول میں بہار در بہار ہے اور نور بر نور بر نور ہے۔

قرآن عظیم اور فرقان حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رئوف رحیم (پ ۱۱، ع ۵، آیت نمبر ۱۲۸)

ترجمہ : بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ یہ (رسول کے تشریف لانے کی خبر جو حصول انوار پر مشتمل ہے) تو اسے قسم مقدر (واللہ) سے شروع کرنے اور اسے حرف تحقیق (قد) کے (موکد) پختہ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کا لوگوں کی طرف تشریف لانا عنایت الٰہی کی علامات اور توفیق خداوندی کے نشانات سے ہے اور جاءکم میں "کم" مسلمانوں اور کافروں دونوں کو شامل ہے لیکن صرف فرق اتنا ہے کہ آپ پرہیزگاروں کے لئے ہادی اور راہنما ہیں اور کافروں پر حجت جیسے دریائے نیل کا پانی، اپنوں کے لئے پانی اور (کافروں) بیگانوں کے لئے خون تھا (قبطیوں کے لئے بوقت نزول عذاب یہ پانی خون بن گیا تھا اور اسرائیلیوں کے لئے پانی ہی رہا)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(ا) یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدی فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولئک اصحاب النار هم فیها خلدون (پارہ اول، ع ۴، آیت ۳۸)

ترجمہ : پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہو اسے نہ کوئی اندیشہ ہے نہ کچھ غم۔ اور وہ جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے تو وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

اس ارشاد سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کی تشریف آوری وعدہ کے پیش نظر ہے۔ نیز اس ارشاد خداوندی کا مقتضی یہ بھی ہے کہ اے لوگو! آپ کی تشریف آوری تمہارا مقصود و مطلوب ہے۔

تو اما یاتینکم میں رسول کی آمد اور آپ کی مقبول تشریف آوری کو ان شرطیہ کے بعد ما زائدہ کا اضافہ کر کے اسے موکد اور پختہ کرنا اس بات کی کامل دلیل کھلی اور عام نشانی ہے کہ کسی رسول کا بھیجنا اللہ سبحانہ، کے ذمہ واجب نہیں ہے ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے اور اپنے بندوں پر اپنے فضل و کرم کے پیش نظر رسول بھیجتا ہے۔ نیز اس ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ اگر ہم محمد ﷺ کو تمہاری طرف نہ بھی بھیجتے تو اس سے آپ کا مرتبہ کم نہ ہوتا نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ آپ (ﷺ) ہمارے مقرب اور ہمارے ہاں بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے اپنی مرضی سے تمہارے پاس تشریف نہیں لائے (بلکہ ہمارے بھیجنے سے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں)

کیوں کہ ان (محمد ﷺ) کو جو ہمارا قرب حاصل ہے اور ہماری بارگاہ میں ان کی جو پذیرائی اور مقام ہے اس کی وجہ سے وہ تمہاری طرف تشریف لا کر اور مخلوق کی طرف متوجہ ہو کر وہ ہماری بارگاہ سے دوری نہیں چاہتے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ایاز نام کا ایک آدمی جو حضرت محمود غزنوی (رحمتہ اللہ علیہما) کے خاص الخاص خدام میں سے تھا جب بھی اس کے مالک اور بادشاہ نے اسے بڑے بڑے عہدوں کی پیشکش کی تو اس نے اپنے بادشاہ کے دربار کی حاضری کو ترجیح دیتے ہوئے بار بار اس پیش کش کو قبول کرنے سے معذرت کر لی۔

[جب مقربین اور خدام خاص اپنے مالک کی بارگاہ کی حاضری پر ہر چیز کو قربان کر دیتے ہیں تو سرور کائنات ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے اخص العباد میں سے ہیں آپ بارگاہ خداوندی کو از خود چھوڑ کر تمہارے پاس کیسے تشریف لاتے۔ "مترجم عتیقی"]

لیکن رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ محمود و ایاز کے معاملہ سے بالکل مختلف ہے کیوں کہ آپ ﷺ فناء فی رضاء اللہ ہیں اس لئے جو اللہ تعالیٰ کی رضاء و چاہت ہے وہی آپ کی رضاء و چاہت ہے اس لئے چاہت و رضاء خداوندی کو اپناتے ہوئے آپ بارگاہ خداوندی سے حسب ارشاد خداوندی ہمارے پاس تشریف لائے۔ مراد اور مرید کے بارے میں آپ کو معلوم ہی ہے (کہ مراد مرید کے ارادہ کے تابع اور مطابق ہی ہوتی ہے تو جب حضور سرور کونین ﷺ مراد خداوندی ہیں تو اس لئے آپ ارادہ خداوندی کے تابع ہیں ارادہ خداوندی تھا کہ آپ ہم میں تشریف لے آئیں تو ارادہ کے مطابق آپ تشریف لے آئے)

کسی شاعر نے مرید و مراد کی ترجمانی کتنے حسین اور اچھوتے انداز میں کی ہے۔

ارید وصالہ و یرید ھجری فاترک ما ارید لما یرید

میں اپنے محبوب کا وصال چاہتا ہوں اور وہ جدائی تو میں نے اپنی چاہت کو محبوب کی چاہت پر قربان کر دیا۔

ارباب حال میں سے یہ (مرید کی مراد بن جانا) ان باکمال لوگوں کا مرتبہ و مقام ہے جو تجلیات جلالی و جمالی کے جامع ہیں اور دنیا سے کٹ کر مرید کی مراد میں فنا ہو کر رہ جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب کسی نے ایک بزرگ ابو یزید سے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ میری چاہت یہی ہے کہ کچھ نہ چاہوں تو اصحاب تحقیق و تدقیق میں سے صوفیائے کرام کی باتوں میں تطبیق دینے والوں میں سے کسی نے کہا ہے کہ بلند مقام صوفیاء کے نزدیک یہ بھی ارادہ اور چاہت ہی ہے کیوں کہ کسی چیز کے نہ کرنے کی چاہت و ارادہ مقام کی زیادتی کی دلیل ہے کیوں کہ یہ مراد مرید میں فنا ہونے کے مقام اور میدان قضاء میں تسلیم و رضا کی حالت کی طرف اشارہ ہے (جیسے کہا جاتا ہے رضا با قضاء یا مرضی مولا از ہمہ اولی)

اور پھر لفظ رسول پر جو تنوین ہے یہ تنوین تعظیم ہے جو آپ کی عظمت شان کی نشان دہی کرتی ہے اب گویا کہ ارشاد خداوندی کا مطلب یہ ہوا۔

عظمت رسول کی دلیل (ﷺ)......

کہ اے معززین عزت والا رسول عزت والے رب کی طرف سے تمہارے پاس عزت والی کتاب لایا۔ اس میں خوشی' باغات اور جنت نعیم کی دعوت اور بکثرت اللہ

کریم کی زیارت ....کی بشارت اور دوزخ کے کھولتے پانی اور عذاب سے ڈرا وا رہے ہیں جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم

ترجمہ : خبردو میرے بندوں کو کہ بے شک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔

وان عذابی ھو العذاب الالیم

اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے (پارہ نمبر۱۴' رکوع نمبر۴' آیت نمبر۴۹)

❁❁ میثاق ❁❁

پھر انبیائے کرام اور رسول عظام (علیہم الصلوۃ والسلام) سے اس نبی آخر الزمان علیہ السلام کے بارے میں میثاق لینا بھی آپ کی عظمت شان کی دلیل ہے میثاق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ارواح سے یہ عہد لیا کہ تم میں سے جو بھی منصب رسالت و نبوت پر فائز ہو تو اگر اسی دوران نبی آخر الزمان کی بعثت کا وقت آجائے تو وہ اپنی عظمت شان اور جلالت مقام کے باوجود آپ پر ایمان لے آئے' آپ کی مدد کرے اور آپ کے کمال کا اظہار کرے۔

ارشاد رب ذوالجلال ہے۔

واذا اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ (پارہ نمبر۳ رکوع ۱۷ آیت نمبر۸۱)

ترجمہ : اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس ارشاد خداوندی میں اسی میثاق کا بیان ہے۔

نیز نبی مکرم ﷺ نے خود اپنے بلند مقام کی طرف راہنمائی فرماتے ہوئے فرمایا۔

لو کان موسی حیا لما وسعہ الا اتباعی

اگر موسیٰ علیہ السلام حیات ظاہری کے ساتھ زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

نیز نبی مکرم ﷺ نے ایک اور ارشاد میں اس سے بھی بلند مقام کی طرف اشارہ فرمایا۔ ارشاد نبوی ہے۔

آدم ومن دونہ تحت لوائی یوم القیامۃ

کہ حضرت آدم اور ان کے علاوہ جتنے ہوں گے سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے علیہم السلام۔ تو پھر گویا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ لوگو یاد رکھو آپ ﷺ ظہور نوری کی بنا پر صرف قالب صورت (یعنی ظاہری جسم) کے لحاظ سے تمہارے پاس آئے ہیں ورنہ قلب حضور کے لحاظ سے تو ہمارے پاس ہی ٹھہرے ہوئے ہیں اور ہماری بارگاہ میں موجود ہیں اور لمحہ بھر دور نہیں ہوتے تو آپ مجمع البحرین ہیں تمہارے پاس عارضی طور پر ہیں اور ہمیشہ ہمارے قریب ہیں اور تم سے جدا ہونے والے ہیں اور ہمارے پاس آنے والے ہیں۔ تمہارے پاس فرشی ہیں ہمارے ہاں عرشی ہیں باوجود ایں ہمہ وہ دربار ہی ان کا مرجع ہے چاہے کچھ دوری ہوگی ہو۔

جیسا کہ پیغام پہنچا کر حصول مقصد کے بعد قاصد اور قاصد بھیجنے والے کا معاملہ ہوتا ہے (یعنی جس طرح اگرچہ قاصد کو کچھ دوری تو ہوتی ہے مگر حصول مقصد کے بعد وہ بھیجنے والے کے پاس ہی پہنچتا ہے تو اسی طرح نبی مکرم اگرچہ ظاہری لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کچھ دور ہیں مگر بالآخر جسمانی و روحانی لحاظ سے آپ کی اس بارگاہ میں حضوری ہوگی مترجم عتیقی) تو اس میں خوشی کی غم کے ساتھ آمیزش ہے جیسے دنیا کی تمام نعمتوں کا ضابطہ ہے کہ ظہور بقا ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد فنا۔

اور یہ بھی تو عجیب بات ہے کہ یہ دونوں غم، (خوشی) ایک موسم میں ایک ہی بہار میں برابر برابر واقع ہوئے ہیں جیسے کہ عجائب تاریخ کا اتفاق ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی بھی مقام سرف میں ہوئی وہیں ان سے آپ کی رفاقت ہوئی اور انہیں شادی کی مبارک دی اور اسی جگہ ان کا وصال ہوا وہیں انہیں دفنایا گیا۔ اور اسی جگہ ان کی تعزیت کی گئی تو اللہ ہی کی ذات پاک ہے جو ہمیشہ زندہ ہے، نہ اس پر موت ہے اور نہ فنا، نہ زوال اور نہ تغیر اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے تمام خوبیاں ہیں جس نے ہمیں اسلام کے ساتھ زندہ رکھا اور ہمیں اس محمد ﷺ کی امت سے بنایا کہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی آپ کے امتی ہونے کے متمنی ہیں تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری تمام نعمت اور غایتہ اکرام ہے۔

تو دنیا میں تشریف لانے اور دنیا سے تشریف لے جانے پر آپ ﷺ کا اقبال و استقبال ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے دو عظیم نعمتوں کے حصول (آپ کی دنیا میں تشریف آوری بھی نعمت ہے اور بارگاہ خداوندی میں واپسی بھی نعمت ہے) اور دو بلند مرتبہ مقاموں کو جمع فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں

مقاموں کے شرف، کرم، دبدبے اور عظمت میں اضافہ فرمائے کیوں کہ آپ کی پیدائش دارالامن مکہ اور مدفن معظم مدینہ سکینہ میں ہے اس کے باشندوں پر افضل درود اور اکمل سلام۔

ہر ایک کے حصہ میں وہی آیا جس کا وہ اہل تھا......

مولود اور مولود کی جائے پیدائش کی زیارت میسر و حاصل ہونے کی وجہ سے ہر کسی نے اپنے طور پر اچھائی کا مظاہرہ کیا (کسی نے کھانا کھلا کر کسی نے پانی پلا کر اور کسی نے ضرورت مند کو لباس پہنا کر) اور انہیں ایسا کرنے سے) انتہائی کامیابی اور نہایت مقصود حاصل ہوا۔

ہمارے مشائخ کے پیشوا امام علامہ فہامہ بہت بڑے عالم شمس الدین محمد سخاوی اللہ تعالیٰ انہیں بلند مقام پر پہنچائے فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جسے کئی سال مقام مولد (شریف) تک رسائی کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے اور جو ان خاص خاص برکتوں کی معرفت سے بھی لطف اندوز ہوا جو مولد (شریف) میں پائی جاتی ہیں، مولد مستفیض (مکہ مکرمہ) میں رہائش کی وجہ سے مجھے بار بار مولد کی زیارت ہوتی رہی۔ اس مقام کی فضیلت و عظمت کی وسعت کے پیش نظر میرا فکر تصور حیرت میں گم ہو کر رہ گیا۔

قرون ثلثہ فاضلہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں محفل میلاد شریف کے عمل کا اصل سلف الصالحین میں سے کسی سے منقول نہیں (یعنی موجودہ اہتمام وہیئت کے ساتھ۔ ورنہ ذکر ولادت کی اصل و فرحت تو شروع سے موجود ہے!)

البتہ اس کے بعد مقاصد حسنہ خلوص نیت اور اہلیت کی وجہ سے اس پر عمل شروع ہوا اور پھر تو مسلمان ہمیشہ ہی تمام اطراف اور بڑے بڑے شہروں میں آپ ﷺ (شرف کرم کے پیدائش کے مبارک موقع پر محافل میلاد منانے لگ گئے قسم قسم کے کھانوں رنگا رنگ اور پروقار دستر خوان سجائے جاتے اور اس مقدس ماہ کی راتوں میں مختلف قسم کے خیرات و صدقات کئے جاتے اور لوگ مسرتوں کا اظہار کرتے اور نیک کاموں میں اضافہ کر دیتے بلکہ مولود کریم پڑھنے میں بڑی کوشش کرتے۔ اور یہ تجربہ سے ثابت ہے کہ جس جگہ میلاد ہوا وہاں کے لوگوں پر اس کے برکات سے ہر فضل عظیم و عمیم کا ظہور ہوا۔

جیسے کہ امام شمس الدین ابن الجزری المقری مقرب کا ارشاد ہے کہ محفل میلاد کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ محفل میلاد کرانے والے کے

لئے وہ سال امن و سلامتی کا پیغامبر ہوتا ہے اور محفل میلاد کرانے والا جس کا متلاشی ہوتا ہے اور اس کا جو مقصود ہوتا ہے محفل میلاد اس کے جلد حاصل ہونے کی بشارت ہوتی ہے۔ مصر اور شام والوں پر محفل میلاد کی وجہ سے بہت عنایت ہے اور ایک باعظمت سال میں اسی میلاد مبارک کی رات کو مصر کے بادشاہ نے بڑا مقام حاصل کیا۔

میں سن ۷۸۵ھ میں میلاد شریف کی رات جبل علیہ کے قلعہ میں سلطان شاہ مصر رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے وہاں جو منظر دیکھا اس سے مجھے ہیبت و مسرت محسوس ہوئی۔ اور عوام کی بعض باتیں ناگوار گزریں۔

اس رات میلاد خوانی اور حاضرین میں سے واعظین، شعراء اور دیگر نوکروں غلاموں اور خدام پر جو خرچ ہوا میں نے اسے قلبند کرلیا، دس ہزار مثقال خالص سونا قیمتی لباس کھانے مشروبات، خوشبوئیں، موم بتیاں علاوہ ازیں دیگر خورد و نوش کی سیر کرنے والی چیزیں اور نہایت خوش آواز قاریوں کی پچیس جماعتیں تیار کی گئیں اور ان میں سے ہر ایک قاری کو بادشاہ، امراء اور معززین سے بیس بیس قیمتی جوڑے ملے۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ مصر کے بادشاہ حرمین شریفین کے خادمین جنہیں اللہ تعالٰی نے بے شمار منکرات اور برائیوں کے خاتمہ اور مٹانے کی توفیق عطا فرمائی اور وہ رعیت کو اپنی اولاد سمجھتے تھے اور عدل و انصاف میں انہیں کافی شہرت حاصل تھی تو اللہ تعالٰی نے اپنے لشکر و مدد کے ساتھ ان کی حاجت روائی فرمائی ان میں سعید شہید مصدق ابو سعید جمقمق جیسے جوان ہمت بادشاہ تھے۔ جب یہ بادشاہ حملہ آور ہونا چاہتے تو محفل میلاد کو باعث فتح سمجھ کر چل پڑتے اور آپ یقین کیجئے کہ جمقمق کے زمانہ میں قراء کی تیس سے زیادہ جماعتیں نکل پڑتیں۔ ہر قسم کے ذکر جمیل میں مصروف رہتیں جس کی وجہ سے بڑی طویل و عریض مہمات سر ہوئیں۔ (یہ قراء حضور علیہ السلام کے فضائل و محامد بیان کرتے رہتے اور یہی محفل میلاد ہے)

اسی طرح اندلس اور مغرب کے بادشاہ بھی محفل میلاد منعقد کرتے اور اس کے لئے ایک رات مقرر کر لیتے جس میں دو گھوڑوں پر سوار نکل پڑتے اور جید علمائے کرام کو اکٹھا کر لیتے اور جو بھی جس جگہ سے گذرتا تو وہ کفار میں کلمہ ایمان بلند کرتا۔

روم میں محفل میلاد

اور میرا خیال ہے کہ دوسرے بادشاہوں کی روش کے پیش نظر اہل روم بھی اس کار خیر میں پیچھے نہیں رہے ہوں گے۔

ہند میں محفل میلاد

اور مجھے کچھ ناقلین اور محررین سے معلوم ہوا ہے اہل ہند تو اس سلسلہ میں دوسروں سے بہت آگے ہیں۔

عجمیوں میں محفل میلاد

اور جہاں تک عجمیوں کا تعلق ہے میری دانست کے مطابق جب یہ معظم ماہ اور مکرم وقت آتا ہے تو بڑی بڑی محفلیں منعقد ہوتی ہیں اور ہر خاص و عام و فقرائے کرام کے لئے رنگا رنگ کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ختم پڑھے جاتے ہیں لگا تار تلاوتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بڑے بڑے معیاری قصیدے پڑھے جاتے ہیں اور ہر قسم کی نیکی و خیرات کی جاتی ہے اور مختلف طریقوں سے سرور و خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

اور یہی نہیں بلکہ کچھ بوڑھی عورتیں تو سوت کات کر اور بنوا کر محفلیں منعقد کرنے کے لئے کمر ہمت باندھتیں اور اس میں بزرگوں اور بڑے بڑے لوگوں کو دعوت دے کر جمع کرتی ہیں اور محفل میلاد کے دن مقدور بھر ضیافتیں کرتی ہیں۔

علمائے مشائخ مولد معظم اور مجلس مکرم کی جس قدر تعظیم کرتے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اس امید کے پیش نظر اس جگہ حاضر ہونے کا انکار نہ کرتا تاکہ اس محفل کا نور و سرور حاصل ہو۔

شیخ المشائخ مولانا زین الدین محمود ہمدانی نقشبندی کا واقعہ تو بڑا مشہور ہے کہ جب سلطان زمان خاقان دوراں ہمایوں بادشاہ (اللہ انہیں غریق رحمت کرے اور بہترین جگہ عنایت فرمائے) نے حضرت شیخ کی زیارت کرنی چاہی تاکہ بادشاہ کو اس زیارت کی وجہ سے مدد و امداد حاصل ہو (اس سے معلوم ہوا کہ پرانے بادشاہ امداد کے لئے بزرگوں کے پاس حاضر ہوتے اسی پر ان کی کامیابی کا مدار تھا)

تو شیخ نے ملاقات سے انکار کر دیا اور اللہ کے فضل سے بادشاہوں سے مستغنی ہونے کی وجہ سے بادشاہ کو اپنے پاس آنے سے بھی روک دیا تو بادشاہ نے اپنے وزیر برام خاں سے اصرار کیا کہ کسی جگہ اکٹھے ہونے کی کوئی صورت نکالی جائے چاہے مختصر سے وقت میں ہی کیوں نہ ہو۔ اور وزیر نے یہ سنا ہوا تھا کہ یہ بزرگ کسی غمی و خوشی کی محفل میں شرکت نہیں کرتے ہاں البتہ جہاں محفل میلاد النبی (ﷺ) ہو تو وہاں اس کی تعظیم کی خاطر حاضر ہو جاتے ہیں۔ جب بادشاہ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے

ایک شاہانہ محفل میلاد منعقد کرنے کا حکم دیا جس میں قسم قسم کے کھانوں، مشروبات، خوشبوؤں اگربتیوں وغیرہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس محفل میں بزرگوں اور سنجیدہ لوگوں کو دعوت دی گئی تو حضرت شیخ بھی خدام لے کر محفل میں تشریف لائے تو بادشاہ نے بدست ادب اور توفیق ایزدی کی سعادت کے لئے خود لوٹا پکڑا اور وزیر نے بادشاہ کے حکم سے نیچے طشت تھامے رکھا تاکہ بزرگ مہربان ہو جائے اور نظر شفقت فرمائے تو بادشاہ اور وزیر دونوں نے شیخ مکرم علیہ الرحمہ کے ہاتھ دھلائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے نام کی دعوت طعام کی برکت کی وجہ سے بزرگ کی خدمت کر کے انھیں بڑا مرتبہ اور بڑا مقام حاصل ہوا۔

اہل مکہ اور محفل میلاد

امام سخاوی نے فرمایا معدن خیر و برکت مکہ کے باشندے اس مکان کی طرف جاتے ہیں جس کے بارے میں لوگوں سے بطور تواتر ثابت ہے کہ یہ آپ کی جائے پیدائش اور وہ مقام سوق لیل میں ہے لوگ اس لئے اس مقدس مقام میں جاتے ہیں تاکہ ہر ایک کی حاجت بر آئے۔ خاص کر عید کے دن تو اہل مکہ اس مقدس مقام میں جانے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں حتیٰ کہ نیک و بد، اچھا اور برا ہر ایک وہاں جاتا ہے شاذ و نادر ہی کوئی نہ جاسکے خاص کر شریف والی حجاز اعلانیہ بلا روک ٹوک وہاں حاضر ہوتا۔

اب تو اس موسم اور اس مقدس مقام میں کوئی بھی وہاں نہیں آتا، چہ جائیکہ شریف (والی مکہ) اور اب وہاں ایک نئی چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ وہاں کے قاضی، عالم برھانی شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکثر مسافروں اور مقیم مشاہدین کو کھانا کھلاتے اور کھانوں کے آخر میں کوئی میٹھی چیز ہوتی۔ اور ولادت باسعادت کی صبح کو اس امید پر دعوت عام کرتے اور وسیع دستر خوان بچھاتے تاکہ ان کی تکالیف دور ہو جائیں اور آپ کے صاحبزادے جمالی بھی اس معاملہ میں آپ کی اتباع کرتے ہوئے مسافروں اور مقیمین کو کھانا کھلاتے .... میں کہتا ہوں ....اب تو وہاں کھانوں اور مذکورہ اشیاء کی بجائے دھواں ہے۔ البتہ پھولوں کی خوشبو پائی جاتی ہے۔

اور حالت یہ ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ خیمے تو وہی ہیں لیکن وہاں محلّہ وار عورتوں کی بجائے اجنبی عورتیں ہیں (یعنی پہلے جیسے انتظامات میں کمی ہے)

اہل مدینہ اور محفل میلاد

اہل مدینہ اللہ انھیں دن دگنی رات چگنی ترقی دے وہ اب بھی محفل میلاد کرتے

ہیں اور اس ماہ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں ملک مظفر صاحب اربل رحمتہ اللہ علیہ اس بارے میں انتہائی عنایت کرتے اور اس کا اتنا شایان شان اہتمام کرتے جو اپنی مثال آپ ہوتا۔

علامہ ابو شامہ رحمتہ اللہ علیہ جو علامہ نووی کے شیوخ میں سے ہیں جن کا استقامت میں بڑا مقام ہے نے اپنی کتاب مسمی الباعث علی انکار البدع و الحوادث میں ملک مظفر کی بڑی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ محفل میلاد بڑا اچھا مستحب کام ہے اس کے کرنے والے کا شکریہ اور تعریف کرنی چاہیے۔ اور ابن جزری نے ترقی کرتے ہوئے کہا کہ محفل میلاد کا مقصد شیطان کو ذلیل اور ایمانداروں کو خوش کرنا ہے۔ نیز ابن جزری فرماتے ہیں کہ جب عیسائی اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو عید اکبر (بہت بڑی عید) قرار دیتے ہیں تو مسلمان کو اپنے نبی کی تکریم و تعظیم کا زیادہ حق پہنچتا ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے موزوں تر ہے علامہ فرماتے ہیں کہ جب ابن جزری پر اعتراض ہوا کہ ہمیں تو اہل کتاب کی مخالفت کا حکم ہے۔

تو شیخ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

(اگر بمقابلہ نصاری جب اسلام و پیغمبر اسلام کا نعرہ بلند ہوا تو مخالفت تو ہوگی)

علامہ سخاوی بطریق اضراب فرماتے ہیں بلکہ شیخ المشائخ اسلام خاتمتہ الائمہ علامہ ابوالفضل ابن حجر استاد معتبر نے (اللہ تعالیٰ انھیں اپنی آغوش رحمت میں لے اور انھیں کشادہ تر جنت میں جگہ دے) محفل میلاد پر اصل ثابت سے تخریج کی ہے کہ ہر سمجھدار عالم اس کے مستند اور قابل اعتماد ہونے کی طرف مائل ہے اور وہ اصل یہ ہے جو صحیحین میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ جب آپ مدینہ مشرفہ میں تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے پایا تو آپ نے ان سے عاشورہ کا روزہ رکھنے کی وجہ دریافت فرمائی تو یہود نے بتایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات بخشی تو ہم اللہ عزوجل کے شکرانہ کے طور پر اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے یہود ہم تمہاری نسبت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہیں تو آپ نے خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھا، صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو الخ۔

میں کہتا ہوں کہ ابتداء یہود کی دلجوئی کے لئے ان کی موافقت فرمائی اور بعد میں مخالفت کی صورت میں وضاحت فرمائی شیخ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا

کہ کسی احسان و نعمت کے عطا کرنے اور کسی مصیبت کے ٹل جانے کی وجہ سے کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے اور جب سال بہ سال پھر وہ دن آئے تو اس میں ایسے ہی شکریہ ادا کیا جائے اور اللہ کا شکریہ مختلف عبادتوں سے حاصل ہوتا ہے مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت قرآن پاک سے اور اس نبی رحمت ﷺ کی ولادت باسعادت سے بڑی نعمت بھلا اور کیا ہو سکتی ہے۔

(مؤلف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لقد جاءکم رسول میں آپ کے نعمت عظمیٰ ہونے کی راہنمائی ہے اور آپ کی تشریف آوری کے مخصوص وقت کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں لہٰذا مناسب یہی ہے کہ محفل میلاد کے سلسلہ میں انہی چیزوں پر اختصار کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ کے لئے شکریہ کا اظہار معلوم ہو ...... جیسے مذکورہ بالا اشیاء باقی سماع اور لہو میں تفصیل ہے اگر یہ مباح ہوں اور اس دن کی مناسبت کی وجہ سے ان سے خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہو تو محفل میلاد شریف میں ایسی چیزوں کے ارتکاب میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر سماع و لہو حرمت و کراہت پر مشتمل ہوں تو ان سے منع کیا جائے گا۔ اسی طرح جن چیزوں کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہو ان کی اجازت نہیں بلکہ ربیع الاول شریف کے تمام دنوں اور راتوں میں محفل میلاد نہایت مستحسن اور پسندیدہ بات ہے جیسے کہ ابن جماعۃ سے منقول ہو کر ہم تک پہنچی کہ جب زاہد امام معمر ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرحمٰن ابن ابراہیم بن جماعۃ مدینہ نبویہ میں تھے (اس کے باشندوں پر افضل درود اور اکمل سلام ہو) تو آپ ولادت نبوی کے موقع پر کھانا تیار کرواتے اور لوگوں کو کھلاتے اور فرمایا کرتے کاش کہ اگر مجھے وسعت رزق ہوتی تو میں اس تمام ماہ مبارک میں ہر روز محفل میلاد منعقد کرتا۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ میں ظاہری ضیافت سے عاجز ہوں اس لئے میں نے یہ چند اوراق لکھ دئے ہیں تاکہ یہ حقیقی و معنوی نوری ضیافت ہو جائے جو ہمیشہ صفحات دہر پر رہے اور کسی ماہ و سال سے مختص نہ ہو میں نے اس کا نام المورد الروی فی المولد النبی رکھا۔ مؤلف فرماتے ہیں جہاں تک پڑھنے کا تعلق ہے تو مناسب یہی ہے کہ اس سلسلہ میں اہم حدیث کی تصانیف کی ان روایات پر اختصار کیا جائے جو صرف اسی میلاد کے موضوع پر لکھی گئی ہیں مثلاً المورد الھنی (کتاب کا نام ہے) کی روایات یا ان تصانیف کی روایات پر جو اس میلاد کے موضوع کے لئے مخصوص نہیں مگر ان میں ضمناً میلاد پاک کی روایات کا تذکرہ ہے۔ جیسے امام بیہقی کی تصنیف دلائل نبوت کی روایات اور ابن رجب کی تصنیف

لطائف المعارف کی روایات بیان کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور محفل میلاد پاک میں ان روایات کی پابندی اسی لئے ہے کہ اکثر واعظین کے پاس جھوٹی اور من گھڑت روایات ہیں بلکہ واعظین تو ہمیشہ ہی نہایت قبیح اور غلط روایات بنا بنا کر بیان کرتے رہتے ہیں جنھیں بیان کرنا اور سننا جائز نہیں بلکہ اگر سامعین میں سے کسی کو یہ معلوم ہو کہ یہ روایات غلط ہے تو اس کا انکار اور تکذیب ضروری ہے۔ محفل میلاد پاک میں من گھڑت روایات کو ترک کرنا ضروری ہے کیوں کہ ایسی روایات سے میلاد پاک بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ان روایات کے بجائے تلاوت قرآن پاک کھانا کھلانا، صدقہ و خیرات کرنا، ایسے اشعار پڑھ لینا جس میں آپ کے محاسن ہوں نیز ایسے اشعار پڑھ لینا جو زہد و تقویٰ کی نشاندہی کرتے ہوں جن سے اچھے کام اور عمل آخرت کا جذبہ پیدا ہو یہی کافی ہے اور نبی مکرم ﷺ پر درود سلام پڑھ لیا کریں۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لقد جاءکم رسول من انفسکم میں یا تو مستقبل کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ کے کمال کا زمانہ آپہنچے اور آپ کے ظہور کا وقت آجائے یا آپ ﷺ کے اس ارشاد کنت نبیا وادم بین الماء والطین کی طرف اشارہ ہے۔ رسول من انفسکم کا معنی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایسا عظیم آدمی آجائے جو نبوت و رسالت کی وصف سے موصوف ہے اور عظمت و جلالت کی نسبت سے مبعوث ہے۔

بعض حفاظ حدیث نے مذکورہ حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ انھیں ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں ملی لیکن طرق صحیحہ سے اس معنی میں احمد بیہقی اور حاکم سے مروی ہے عرباض بن ساریہ صحیح سند کے ساتھ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا انی مکتوب عند اللہ خاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینتہ کہ میں اس وقت بھی اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے یعنی وہ گوندھی ہوئی مٹی جو روح پھونکنے سے پہلے زمین پر پڑی ہوئی تھی۔

(۲) اور ان طرق صحیحہ میں سے ایک یہ بھی ہے۔ احمد نے روایت کیا اور امام بخاری نے اسے اپنی تاریخ میں ذکر کیا اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور حاکم نے اسے میسرۃ الضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح قرار دیا۔ میسرۃ الضبی فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ (متی کنت نبیا کہ آپ کب سے نبی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا و ادم بین الروح والجسد اس وقت سے جب آدم علیہ السلام روح و

جسم میں تھے اور ایسے بھی روایت ہے کنبت بالکتابہ کہ میں کتابت سے لکھا جاچکا تھا۔

(۳) نیز طرق صحیحہ سے ترمذی میں ہے امام ترمذی نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن قرار دیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دریافت کیا کہ آپ پر نبوت کب واجب ہوئی تو آپ نے فرمایا **و ادم بین الروح والجسد** کہ ابھی آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے نیز ایک حدیث میں آیا ہے **انا اول الانبیاء خلقا و اخرھم بعثا** کہ میں پیدائش میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے ہوں اور بعثت میں آخر۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا **ان اللہ کتب مقادیر الخلق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسین الف سنۃ وکان عرشہ علی الماء** کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مقادیر خلق کو لکھ دیا تھا' اس وقت عرش الٰہی پانی پر تھا۔ ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں مذکور چیزوں میں یہ بھی مذکور تھا کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔

اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی نسبت ملائکہ مقربین پر ظاہر ہوچکی تھی اور آپ کے شرف تعظیم کے اظہار کے لئے آپ کی روح مقام علیین کی بلندی پر متمکن ہوچکی تھی اور آپ کو تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے ممتاز کر دیا گیا تھا۔

اور پھر اس اظہار کو آدم علیہ السلام کے روح و جسم میں ہونے کی حالت کے ساتھ اس لئے خاص کیا کہ یہ ارواح کا عالم اجسام میں داخل ہونے کا وقت تھا کیوں کہ اولاد آباء و اجداد سے پہچانی جاتی ہے۔ امام حجۃ السلام نے اپنی کتاب "النفخ والتسویہ" میں نبی مکرم ﷺ کے وجود ذات سے پہلے صفت نبوت سے متصف ہونے اور صفات کمالیہ کے پائے جانے کا جواب دیتے ہوئے یہ کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں خلق سے مراد تقدیر ہے ایجاد نہیں کیوں کہ والدہ کے پیٹ میں آنے سے پہلے کوئی مخلوق موجود نہیں ہوسکتی لیکن غایات اور کمالات تقدیر میں پہلے ہوتے ہیں اور وجود کے لحاظ سے بعد میں اور امام حجۃ الاسلام نے کہا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ بلحاظ فکر پہلے اور بلحاظ عمل بعد میں اور بلحاظ فکر پہلے تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ غایات و کمالات میں بلحاظ تقدیر مقدم ہوتے ہیں اور بلحاظ وجود مؤخر تو اب حضور علیہ السلام کے ارشاد کنت نبیا کا یہ معنی ہے کہ میں بلحاظ تقدیر حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت تامہ سے پہلے نبی تھا کیوں کہ تخلیق کا مقصد ہی یہی تھا کہ حضرت محمد

ﷺ کو آپ کی اولاد سے پیدا کیا جائے بطور تمثیل اس کی دلیل یہ ہے کہ معمار اور انجینئر کے ذہن میں ایک ذہنی خاکہ ہوتا ہے جس کو وجود ذہنی کہتے ہیں جو وجود خارجی کا ذریعہ بنتا ہے اور وجود خارجی سے مقدم ہوتا ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ پہلے تقدیر فرماتا ہے اور پھر دوبارہ تقدیر کے مطابق موجود کردیتا ہے حضرت حجۃ الاسلام کا خلاصہ ختم ہوا اور علامہ سبکی نے تو بہت ہی اچھا جواب دیا ہے جس سے مقصود نہایت واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تو شرعاً ثابت ہی ہے کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا گیا ہے تو کنت نبیا آپ کی روح شریفہ اور اصل حقائق سے حقیقت محمدیہ کی طرف اشارہ ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہاں جسے اللہ تعالیٰ بتا دے اور حقائق میں سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے جب چاہے خلقت وجود سے نوازتا ہے تو تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت بھی آپ ﷺ کی حقیقت موجود تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو اس وصف نبوت سے نوازا اس طرح کہ جب اس حقیقت محمدیہ کی تخلیق ہوئی تو وہ اس وصف نبوت کے قابل تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت محمدیہ پر اس وصف نبوت کو پلٹ دیا اور آپ نبی ہوگئے اور آپ کا اسم شریف عرش پر لکھ دیا گیا تاکہ ملائکہ وغیرہم دیکھیں کہ عنداللہ آپ کی کتنی عزت افزائی ہے تو آپ کی حقیقت تو اسی وقت سے موجود تھی اور جسم شریف آپ کی حقیقت کے ساتھ متصف ہو کر مؤخر ہوا۔

تو اسی وقت آپ کو عطاء نبوت و حکمت کی تکمیل ہوئی تو آپ کی حقیقت اوصاف و کمالات بھی آپ کو اسی وقت عنایت فرمائے گئے اور اس میں تاخیر نہیں ہوئی ہاں البتہ صرف عالم وجود میں تشریف لانے اور اصلاب (پشتوں) و ارحام طاہرہ سے منتقل ہونے میں تاخیر ہے حتیٰ کہ عالم وجود میں آپ ﷺ کا ظہور بوجہ اتم ہوا اور جس نے کنت نبیا کی یہ تفسیر کی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی تھا تو اس کی مذکورہ بالا معنی تک رسائی نہیں ہوئی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے تو وصف نبوت کے لئے تو مناسب یہی ہے کہ اسی وقت سے سمجھی جائے وہ وصف اسی وقت آپ کے لئے ثابت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی ہونے کی آپ کے لئے کیا تخصیص ہے اللہ تعالیٰ سبحانہ کے علم میں تو تمام انبیاء کا انبیاء ہونا بھی ہے۔

علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ جب اللہ کا ارادہ اپنی مخلوق کی پیدائش اور اس کے رزق کے اندازے سے متعلق ہوا تو اللہ تعالیٰ حقیقت محمدیہ کو بارگاہ صمدیت سے بارگاہ احدیت (وجود) میں ظاہر فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق علم و ارادے کی وجہ سے

حکمت، ظاہرہ کے پیش نظر آپ ﷺ سے عوالم بالا و پست کو پیدا فرمایا اور پھر آپ کو نبوت کے بارے میں بتایا گیا اور رسالت عظمیٰ کی بشارت دی گئی تو ابھی حضرت آدم علیہ السلام روح و جسم میں تھے اور پھر آپ سے ارواح کا ظہور ہوا تو آپ ملا اعلیٰ میں جلوہ افروز ہوئے اور آپ بڑے انوکھے نرالے منظر میں تھے نیز آپ ان تمام ارواح کے لئے میٹھا چشمہ تھے تو گویا آپ ﷺ تمام اجناس کی جنس عالی ہیں اور آپ تمام موجودات اور انسانوں کی حقیقت واصل اکبر ہیں اور جب آپ ﷺ اسم باطنی کا زمانہ وجود جسم کے شرف اور جسم کے روح کے ساتھ مرتبط ہونے کو پہنچا تو زمانے کا حکم اسم ظاہر (ظاہری حقیقت) کی طرف منتقل ہوگیا تو روح اور جسم دونوں کے لحاظ سے محمد ﷺ جسم میں موٴخر ہیں مگر اس کی عظمت بھی تو معلوم ہوچکی ہے تو آپ کی ذات اسرار کا خزانہ اور نفوذ حکم کا محصل ہے ہر حکم آپ ہی سے نافذ ہوتا ہے۔ اور ہر خیر نیکی بھی آپ ہی سے دوسروں کی طرف منتقل ہوتی ہے (یعنی آپ ہر کمال کا منبع اور مختار ہیں)

کسی شاعر نے مضمون بالا کی کتنی اچھی ترجمانی فرمائی ہے۔

الا بابی من کان ملکا سیدا
وادم بین الماء والطین واقف
فذاک الرسول الابطحی محمد
لہ فی العلا مجد تلید و طارف
اتی بزمان السعد فی اخر المدی
وکان لہ فی کل عصر مواقف
اذا رام امرا لایکون خلافہ
ولیس لذلک الامر فی الکون صارف

سنو میرا باپ اس ذات پر قربان جو اس وقت بادشاہ اور سردار تھے جب آدم علیہ السلام کا خمیر گوندھا جا رہا تھا تو وہ عظیم المرتبت رسول بطحی محمد ہیں عالم بالا میں آپ کی عظمت میں اضافہ و تجدید ہوتی جارہی ہے آپ آخری زمانہ میں سعادت مند زمانے میں تشریف لائے اور ہر زمانے میں آپ کی قیام گاہیں تھیں۔ آپ جس کام کا ارادہ فرما لیتے اس کا خلاف نہ ہوتا آپ کی مراد مقصود کو جہاں میں کوئی روکنے والا نہیں۔ (یعنی باکمال بھی ہیں اور مختار کل بھی)

موٴلف فرماتے ہیں کہ ہم نے امالی ابو سہل قطان کے ایک حصہ میں سے سہل ابن صالح ہمدانی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ محمد ﷺ دیگر انبیاء علیہم السلام سے مقدم کیسے ہیں حالانکہ آپ سب کے بعد مبعوث ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو مسلم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ان کی پشت سے نکال کر انھیں اپنے آپ پر گواہ بناتے ہوئے فرمایا الست بربکم کہ کیا میں تمہارا رب نہیں' تو سب سے پہلے محمد ﷺ نے ربوبیت کا اقرار فرماتے ہوئے فرمایا۔بلیٰ

ابن سعد نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ آپ کو نبوت کب ملی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم میں تھے (یعنی ابھی آپ کی تخلیق تمام نہیں ہوئی تھی) اس وقت مجھ سے عہد لیا گیا۔ تو آپ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آدم علیہ السلام کا قالب ہی بنا تھا تو اس سے محمد ﷺ کو پیدا فرما کر آپ کو بتایا گیا کہ آپ نبی ہیں اور پھر آپ سے عہد لینے کے بعد آپ کو حضرت آدم کی پشت مبارک میں واپس کر دیا گیا تاکہ بوقت تشریف آوری تشریف لائیں تو آپ بلحاظ تخلیق تمام انبیاء سے مقدم ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جو آپ سے پہلے معلوم ہوتی ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے کیوں کہ ان میں روح نہیں تھی اور آپ ﷺ پیدائش کے وقت زندہ اور نبی تھے اور پھر آپ سے عہد بھی لیا گیا تو اس لئے آپ بطور خلق تمام انبیاء سے مقدم ہیں اور بلحاظ بعثت تمام سے موٴخر اور آپ ﷺ کی حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدائش حضرت آدم کی اولاد سے پیدائش کے منافی نہیں ہے کیوں کہ اولاد آدم سے پیدائش حضرت آدم میں نفخ روح کے بعد ہے اور حضرت آدم سے پیدائش نفخ روح سے پہلے ہے کیوں کہ آپ ﷺ اس پیدائش اول میں حضرت آدم کی بقیہ اولاد سے خاص ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد واذ اخذ اللہ میثاق النبیین کے تحت۔

عماد ابن کثیر کی تفسیر۔ میں حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو مبعوث فرما کر اس سے محمد ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر تم میں سے کسی کی ظاہری زندگی میں آپ کو مبعوث کیا جائے تو وہ نبی ضرور بہ ضرور آپ پر ایمان لائے اور ضرور آپ کی مدد کرے اور ہر نبی اپنی قوم سے بھی ایسا ہی عہد و پیمان لے اور علامہ سبکی نے اس آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے

کہ اگر بالفرض آپ دوسرے انبیاء کے زمانہ نبوت میں تشریف لائیں تو آپ ان کے بھی نبی اور رسول ہوں گے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک تمام مخلوق کے لئے آپ کی نبوت و رسالت ثابت ہے اور پھر تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں بھی اس لحاظ سے آپ کی ہی امت ہیں تو آپ کا یہ ارشاد **بعثت الی النلس کافت** آپ کے زمانے سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہوگا۔

تو اس سے **کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد** کا معنی اور اس کا حکم معلوم ہوگیا اور قیامت میں انبیاء علیہم السلام کا آپ کے جھنڈے کے نیچے ہونے اور انبیاء کا معراج کی رات آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی بھی وضاحت ہوگئی۔

اور امام فخر الدین رازی نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا (پ ۱۸' ع ۱۲' آیت نمبر۱)

ترجمہ : بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر تاکہ وہ سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو۔

کے تحت جو قول لکھا ہے اس سے بھی اس کی مزید تائید ہوتی ہے کہ آپ ملائکہ اور دیگر مخلوق کے لئے نذیر ہیں۔ عبدالرزاق نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی کہ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان اللہ نے تمام چیزوں سے پہلے کس کو پیدا کیا۔ فرمایا تحقیق اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا.... تو جب مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا....(**الی ان قال**)

پہلے حصے سے آسمان' دوسرے سے زمینیں' تیسرے سے دوزخ و جنت پیدا فرمایا اور اس کے چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم فرما دیا' تو اس کے پہلے حصے سے مومنین کی آنکھوں کا نور' دوسرے سے ان کے دلوں کے نور اور یہی معرفت الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کی زبانوں کے نور (اور یہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا اقرار توحید ہے) کو پیدا فرمایا۔ یہ ترجمہ جو الفاظ احادیث کا ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ (پارہ نمبر۱۸' رکوع نمبر۱۲' آیت نمبر۳۵)

(اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کے نور کو اس کے نور کی مثال)

میں بھی اسی معنی و حقیقت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ یعنی نور محمد ﷺ کی مثال **کمشکاۃ فیہا مصباح**۔ (الایہ)

جیسے طاق میں دیا ہو۔

نور محمدی کے بعد اول مخلوق میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ نور محمدی کے بعد سب سے پہلے عرش کو پیدا کیا گیا جیسے کہ آپ ﷺ سے بطور سند صحیح ثابت ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مقادیر خلق (مخلوق کے اندازے) کو پیدا فرمایا۔ **وکان عرشہ علی الماء** تو عرش الٰہی پانی پر تھا تو اس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ تقدیر خلق' تخلیق عرش کے بعد ہوئی اور خلق تقدیر کا وقوع مخلوق اول قلم کی تخلیق کے وقت ہوا جیسے کہ حضرت عبادہ بن صامت ؓ کی حدیث مرفوع سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرما کر فرمایا کہ لکھ تو قلم نے عرض کی اے میرے رب میں کیا لکھوں تو حکم ہوا کہ ہر چیز کی مقادیر (اندازے) لکھ۔ اس حدیث کو امام احمد امام ترمذی نے روایت کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے لیکن ابن رزین عقیلی کی حدیث مرفوع میں جسے امام احمد و امام ترمذی نے روایت کیا بسند صحیح یہ بھی ثابت ہے کہ پانی کو عرش سے بھی پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی **وکان عرشہ علی الماء** میں اسی طرف اشارہ ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اور رسدی نے متعدد اسناد سے روایت کیا ہے کہ بالیقین اللہ تعالیٰ نے پانی سے پہلے کسی مخلوق کو پیدا نہیں فرمایا تو اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ علی الاطلاق مخلوق اول نور محمدی ہی ہے (ﷺ) پھر پانی' پھر عرش اور پھر قلم کی تخلیق ہوئی اور نور محمد ﷺ کے علاوہ اولیت اضافی ہے اور حدیث پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نے نور محمدی کو آپ کی پشت میں رکھ دیا' جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ضیاء پاشیاں کرتا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی مملکت کے تخت ، ٰمکن فرمایا اور انھیں ملائکہ کے کندھوں پر اٹھوا کر انھیں حکم دیا کہ آدم کو آسمانوں کی سیر و طواف کرائیں تاکہ وہ حکومت الٰہیہ کے عجائبات کا مشاہدہ کریں۔

حضرت جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ روح حضرت آدم کے سر مبارک میں سو سال قیام پذیر رہی اور ایسے ہی سو سال تک آپ کے سینہ میں رہی اور سو سال آپ کی دونوں پنڈلیوں اور دونوں پاؤں میں رہی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوقات کے نام بتلائے پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیم وتحیتہ کریں نہ کہ سجدہ عبادت (یعنی آداب شاہی بجا لانے کا حکم دیا نہ کہ عبادت کا)۔ جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو سجدہ کا حکم ہوا۔ در حقیقت حضرت آدم

کو سجدہ اللہ ہی کو سجدہ تھا اور حضرت آدم کی مثال کعبہ کی طرح ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضرت آدم کو سجدہ بروز جمعہ زوال سے عصر تک ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی بائیں پسلیوں میں سے ایک پسلی سے آپ کی زوجہ حضرت حوا کو پیدا فرمایا اور حضرت آدم خواب استراحت میں تھے اور حوا کے نام سے اس لئے موسوم ہوئیں کہ ان کی تخلیق زندہ سے ہوئی اور جب حضرت آدم نے بیدار ہو کر ان کو دیکھا تو وہ ان سے مانوس ہوگئے اور حضرت آدم نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو فرشتوں نے عرض کی کہ اے آدم ذرا رک جائیے آپ نے پوچھا کیوں اسے تو میرے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ فرشتوں نے کہا پہلے مہر ادا کیجئے تو آپ نے پوچھا کہ اس کا مہر کیا ہے تو فرشتوں نے بتایا کہ آپ محمد ﷺ پر تین مرتبہ درود پڑھیں اور ابن جوزی نے اپنی کتاب "صلوۃ الاحزان" میں ذکر کیا ہے کہ جب آپ نے حضرت حوا کے قرب کا قصد فرمایا حضرت حوا نے آپ سے مہر کا مطالبہ کیا تو حضرت آدم نے عرض کی کہ اے میرے رب میں انھیں کیا مہر دوں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے حبیب محمد بن عبداللہ (ﷺ) پر بیس مرتبہ درود پڑھ تو آپ نے ایسے ہی کیا (مؤلف کہتے ہیں) کہ میں دونوں روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے کہتا ہوں کہ تین مرتبہ درود مہر معجل تھا (یعنی فوراً واجب الادا تھا) اور بیس مرتبہ مہر غیر معجل۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "جب آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی۔ عرض کی اے رب۔ میں بحق محمد سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ فرمایا۔ اے آدم تو نے محمد کو کیسے پہچانا جب کہ میں نے ابھی پیدا ہی نہیں کیا۔ عرض کی۔ جب تو نے مجھے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ سے روح پھونکی گئی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر لکھا پایا **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** تو مجھے یقین ہوگیا کہ جس کو تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے وہ تیری محبوب ترین مخلوق ہے تو ارشاد الٰہی ہوا کہ آدم تم نے سچ کہا کہ وہ میرا محبوب ترین ہے جب تم نے اسے وسیلہ بنالیا تو جاؤ میں نے تمھیں معاف کر دیا۔ اور یاد رکھو اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا"۔

امام بیہقی نے اپنی دلائل میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے واسطہ سے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس میں عبدالرحمن متفرد راوی ہیں اور حاکم نے بھی اسے روایت کرتے ہوئے صحیح قرار دیا ہے اور طبرانی نے اسے ذکر کر کے اس میں اتنا اضافہ کیا **وھو اخر الانبیاء من ذریتک** کہ وہ آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں

اور سلمان کی حدیث میں جو ابن عساکر سے منقول ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ پر نازل ہوئے تو فرمایا کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا ہے تو تجھے اپنا حبیب بنایا ہے اور میری کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ معزز نہیں اور میں نے دنیا اور دنیا والوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے تاکہ میں انھیں بتاؤں کہ میرے دربار میں تیرا کتنا مقام و عزت ہے تو اگر تم نہ ہوتے تو دنیا کی تخلیق نہ ہوتی' سیدی علی وفودی عارف ولی کو اللہ خیر کثیر سے نوازے انھوں نے کیا خوب فرمایا۔

سکن الفؤاد فعش ھنیئا یاجسد ھذا النعیم ھوالنعیم الی الابد روح الوجود حیات من ھو احد لولاہ ماتم الوجود لمن وجد عیسی و ادم والصدور جمیعھم ھم اعین ھو نورھا لما ورد لو ابصر الشیطان طلعتہ نورہ فی وجہ ادم کان اول من سجد اولورای النمرود نور جمالہ عبد الجلیل مع الخلیل ولا عند لکن جمال اللہ جل فلا یری الا بتخصیص من اللہ الصمد

(دل مطمئن ہ پس اے جسم تو مبارک زندگی گذار یہی نعمت ایسی نعمت ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے جو تن تنہا ہو اس کے لئے روح کا پایا جانا ایک تصور ہے اگر آپ نہ ہوتے وجود کا وجود مکمل نہ ہوتا عیسیٰ و آدم اور تمام برگزیدہ ہستیاں' یہ آنکھیں ہیں اور آپ ہر آنے والے کی آنکھوں کا نور اگر شیطان حضرت آدم کے چہرے میں آپ کے نور کی چمک دیکھ لیتا تو سب سے پہلے سجدہ ریز ہوتا۔ اور اگر نمرود آپ کے نور جمال کو دیکھ لیتا تو حضرت خلیل کے اللہ کی عبادت میں مشغول ہوجاتا اور ہٹ دھرمی نہ کرتا۔ مگر جمال الٰہی کسی سے نہیں دیکھا جاسکتا ہاں جسے اللہ بے نیاز خاص کرے۔)

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو اس لئے پیدا فرمایا تاکہ وہ حضرت آدم سے اور حضرت آدم ان سے سکون حاصل کریں تو جب حضرت آدم ان کے قریب ہوئے تو انھوں نے حضرت حوا پر برکات کا فیضان کر دیا تو حضرت حوا نے ان حسین سالوں میں بیس مرتبہ حمل سے چالیس بچے جنے اور حضرت شیث کی تنہا پیدائش اس ہستی کی کرامت تھی جسے اللہ نے سعادت نبوت سے مطلع فرمایا۔ (یعنی نبی مکرم علیہ السلام چونکہ حضرت شیث کی اولاد سے تھے اس لئے حضرت شیث کا تنہا پیدا ہونا آپ کی کرامت تھی)

تو جب حضرت آدم نے وفات پائی اس وقت حضرت شیث اپنی اولاد پر وصی تھے تو پھر حضرت شیث نے حضرت آدم کی وصیت کے مطابق اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ اس نور محمدی کو پاکیزہ عورتوں میں منتقل کرنا تو صدی بصدی یہ وصیت

منتقل ہوتی رہی حتیٰ کہ اللہ نے اس نور کو عبدالمطلب اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ تک پہنچا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نسب شریف کو جاہلیت کی بے حیائی سے پاک رکھا جیسے کہ آپ ﷺ سے احادیث مرضیہ میں آیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جسے بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری پیدائش رسم جاہلیت کے مطابق نہیں ہوئی بلکہ نکاح اسلام کے مطابق ہوئی ہے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ سفاح سین مہملہ کے کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کا معنی زنا ہے اور یہاں سفاح کا یہ معنی ہے کہ کوئی مرد کسی عورت سے عرصہ تک ناجائز تعلق قائم کرے اور بعد میں اس سے شادی کرے۔ جیسا کہ رسم جاہلیت تھی۔

ابن سعد اور ابن عساکر ہشام بن محمد بن سائب کلبی سے روایت کرتے ہیں اور سائب اپنے باپ سے کہ میں نے امہات النبی سے سو کے نام لکھے ہیں اور میں نے ان میں سے نہ تو کسی کو بدکار پایا اور نہ ہی میں نے ان میں سے کسی میں جاہلیت کی برائی پائی۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر مجھے میرے والدین کے جننے تک میں بذریعہ سفاح پیدا نہیں ہوا۔ اور میں جاہلیت کی برائیوں میں ذرہ بھر ملوث نہیں۔ اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے اور ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میرے آباء و اجداد میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے بطریق سفاح نہیں ملا۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھے پاک و صاف رکھتے ہوئے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا اور جب بھی خاندان جدا ہوئے تو میں ان میں سے بہترین خاندان میں ہوتا۔ اور حضرت ابن عباس سے ارشاد باری تعالیٰ وتقلبک فی السٰجدین کے بارے میں ہے کہ نور محمدی ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ تمہیں نبی بنا کر پیدا کیا گیا۔ اسے بزاز نے روایت کیا ہے اور ابو نعیم میں بھی اسی سے ملتی جلتی روایت پائی جاتی ہے اور اس میں اس بات پر تنبیہہ ہے کہ آپ علیہ السلام اصلاب انبیائے کرام سے ہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے تمام آباء و اجداد انبیاء ہی سے تھے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) ارشاد باری تعالیٰ ہے من انفسکم ای من

جنسکم رسول تمہارے نفسوں میں سے ہیں یعنی تمہاری جنس سے ظاہر صورت بشری میں تم جیسے ہیں۔ لیکن ہمارے رسول اور ہماری طرف سے مبلغ ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الہ واحد ترجمہ : تم فرما دیجئے ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اور اس مماثلت میں یہ حکمت ہے کہ ہم جنس ہونا باہمی میل جول کا ذریعہ ہے اور اسی سے باہمی ملاقات میسر آتی ہے اور نظام زندگی میں کمال بھی اسی سے حاصل ہوتا ہے ہم جنس ہونے کی وجہ سے اقتداء میں کماحقہ' آسانی ہو جاتی ہے اور اگر فرشتے کو رسول بنا کر بھیجا جاتا اور اسے قوت ملکی سے بھی نوازا جاتا تو بشری کمزوری کے پیش نظر ہم اس کی اتباع سے عاجز ہوتے اس کے برعکس جب انسان رسول ہو تو قول و فعل اور حال و اثر غرض یہ کہ ہر لحاظ سے ان کی اقتداء کی جاسکتی ہے تو آپ ﷺ بھیجنے والے اور جن کی طرف بھیجا گیا ہے کے درمیان حق تعالیٰ سے فیض لے کر اسے مخلوق تک پہنچانے کے لئے رابطہ ہیں۔ کافروں کی ایک بہت بڑی جماعت یہ مطلب نہ سمجھ سکی اور مقصد کھو بیٹھی اور کافر بطور انکار پکار اٹھے ابعث اللہ بشرا رسولا کہ کیا اللہ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

اور یہ کفار کی کم عقلی اور کمال حماقت کی دلیل ہے کہ ایک طرف تو وہ پتھر کو خدا بنانے پر رضامند اور دوسری طرف وہ انسان کا رسول ہونا بعید از عقل سمجھتے' الحاصل رسول کا تشریف لانا بہت بڑی نعمت ہے اور رسول کا انسان ہونا عظیم نوازش و عطیہ ہے اور بعض نے من انفسکم کا معنی من جنس العرب کیا ہے یعنی عربی ہونا اور یہ معنی انسان ہونے کے منافی نہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ کہ ہم نے ہر رسول کو اپنی قوم کا ہم زبان بنا کر بھیجا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بکثرت اسناد سے مروی ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں کہ اس کی نبی ﷺ کے ساتھ قرابت داری نہ ہو چاہے قبیلہ مضر ہو ربیعہ ہو یا یمانیہ' ارشاد خداوندی ہے۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تبلیغ پر رشتہ داروں کی محبت کے علاوہ کسی اجر کا خواہاں نہیں۔

امام احمد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کا کوئی ایسا قبیلہ نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ان میں رشتہ داری نہ ہو تو قبیلہ سے

رشتہ داری کے بعد یہ آیت **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی** نازل ہوئی یعنی میرے اور اپنے درمیان صلہ رحمی قائم رکھ اور ایک قرات میں **من انفسکم** فا کے فتح کے ساتھ ہے یعنی تمہارے پاس ایسا رسول آیا جو تم میں سے بڑے رتبے والا ہے۔ اسے حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے **لقد جائکم رسول من انفسکم** کو تلاوت فرمایا تو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ **انفسکم** کا کیا معنی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں حسب و نسب اور سسرال کے لحاظ سے تم سے نفیس ہوں کہ حضرت آدم سے تاہنوز میرے آباء و اجداد میں سے کوئی بطور سفاح پیدا نہیں ہوا بلکہ تمام کے تمام بذریعہ نکاح پیدا ہوئے۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں اور جب بھی لوگوں کے دو قبیلے بنتے رہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میں سے مجھے اچھے قبیلہ میں منتقل فرماتا رہا۔ میں اپنے والدین سے پیدا ہوا تو مجھ پر جاہلیت کے زمانہ کا کوئی دھبہ نہیں تھا میں نکاح سے وجود میں آیا ہوں اور حضرت آدم سے تاہنوز میں سفاح سے نہیں ہوا حتیٰ کہ میں اپنے ماں باپ تک پہنچ گیا میں نفس کے لحاظ سے بھی تم سے بہتر ہوں اور اب کے لحاظ سے بھی تم سے بہتر ہوں۔

اور امام احمد و ترمذی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اسے حسن قرار دیا حضرت عباس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یقین جانیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے اپنی بہترین مخلوق میں پیدا کیا پھر جب مخلوق گروہوں میں بٹی تو مجھے بہترین گروہ میں رکھا اور پھر جب قبائل پیدا کئے تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں رکھا اور پھر جب نفوس پیدا کئے تو مجھے ان میں سے بہترین نفس میں رکھا اور پھر جب گھر پیدا کئے تو مجھے بہترین گھر میں رکھا تو میں لوگوں سے گھر، نفس، اصل، نسب، ذات اور حسب ہر لحاظ سے بہتر ہوں۔

حکیم ترمذی، طبرانی، ابونعیم، بیہقی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ بالیقین جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مخلوق میں سے انسان کو پسند فرمایا اور انسان میں سے عربوں کو اور پھر عربوں میں سے قبیلہ مضر کو اور مضر میں سے قریش خاندان کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے چن لیا تو میں بہترین میں بہترین کا بہترین ہوں۔

ابن سعد نے حضرت قتادہ سے روایت کی قتادہ نے کہا کہ ہمیں بتایا گیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ نے نبی بھیجنا چاہا تو زمین کے باشندوں میں بہترین قبیلہ کا انتخاب کیا تو پھر اس بہترین قبیلہ سے کس آدمی کو رسول بنا کر بھیجتا ہے۔

زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے اپنے دادا حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت میں نقل کیا ہے کہ میں آدم کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ کے ہاں ایک نور تھا تو آدم کو پیدا کر کے وہ نور پشت آدم میں رکھ دیا گیا۔ پھر وہ صلب در صلب منتقل (☆نبی کریم ﷺ کے صلب در صلب منتقل ہونے والی حدیث کی تائید میں وہ روایت بھی ہے جس کے مطابق ایک راوی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی اور میں آپ کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ جنگ تبوک سے تشریف لا رہے تھے تو میں نے آپ کے چچا عباس کو کہتے ہوئے سنا کہ یارسول اللہ انی ارید ان امدحک (یارسول اللہ ﷺ میں آپ کی مدح کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو غلط بیانی سے بچائے رکھے تو پھر حضرت نے اپنے وہ اشعار پڑھے۔ جن میں صلب در صلب منتقل ہونے کی تائید ہے۔ یہی ابیات خریم کے بھائی جریری بن اوس سے خریم کی طرح ہی مروی ہیں۔ (بحوالہ استیعاب ج ۲ ص ۴۴۷)) ہوتے عبدالمطلب کی صلب آکر ٹھہر گیا اور ایسے ہی قاضی عیاض نے شفاء میں بلاسند ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قریش خاندان جریر اپنے بھائی کے ہمراہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور ابن عبداللہ نے کہا کہ جریر نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی تو وہ اس وقت بارگاہ رسالت میں پہنچے جب آپ جنگ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے تخلیق آدم سے دو ہزار سال پہلے اللہ کے ہاں نور تھا تو یہ نور سبحان اللہ کا ورد کرتا تو ملائکہ بھی یہی ورد کرتے تو پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو یہ نور ان کی پشت میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف پشت آدم میں اتارا پھر پشت ابراہیم میں ڈال دیا گیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اسی طرح مجھے معزز پشتوں اور پاکیزہ ارحام میں منتقل فرماتا رہا حتیٰ کہ مجھے

پاکیزہ والدین سے پیدا کیا اور میرے آباء و اجداد میں سے کوئی بھی بدکاری میں ملوث نہیں ہوا۔

اور کسی شاعر نے اس کی بڑی عمدہ ترجمانی کی ہے۔

حفظ الالہ کرامتہ لمحمد
اباہ الامجاد صونا لاسمہ
ترکوا السفاح فلم یصبہم عارہ
من ادم الی ابہ وامہ

اللہ تعالیٰ نے کرامتہ محمدیہ کی وجہ سے آپ کے بزرگ آباء و اجداد کو آپ کے نام کی نگہبانی کے لئے محفوظ رکھا حضرت آدم سے آپ کے والد اور والدہ تک نہ تو وہ بدکاری کے قریب پھٹکے اور نہ ہی انھیں عار و شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرناً بقرن انسان کی بہترین شاخوں میں بھیجا گیا حتیٰ کہ میں نے جس شاخ میں ہونا تھا میں اسی سے ہوں سخاوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اولین و آخرین اور ملائکہ مقربین کے سردار تمام مخلوق کی سند اور رب العالمین کے حبیب ہیں اور قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے مالک ابوالقاسم ابو ابراہیم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کا ہی طرہ امتیاز ہے اور آپ کا اسم گرامی شیبتہ الحمد (یعنی حمد کے سفید جھنڈا والا) ہے کہتے ہیں کہ آپ کو عبدالمطلب اس لئے کہتے ہیں کہ جب آپ کے والد ہاشم مکہ میں قریب المرگ ہوئے تو انھوں نے اپنے بھائی مطلب کو کہا کہ یثرب میں اپنے عبد (بھتیجے) کو سنبھال لینا اور بعض نے عبد کہنے کی یہ وجہ بتائی کہ جب ان کا چچا انھیں اپنے پیچھے خستہ حال میں مکہ لایا جو راستے میں پوچھتا کہ یہ کون تو وہ شرم کے مارے (ابن اخی بھتیجہ کہنے کے بجائے عبدی۔ یعنی میرا غلام کہتا۔ گھر لا کر ان کی حالت سنوار کر پھر بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔

عبدالمطلب عرب کا پہلا آدمی ہے جس نے سیاہ خضاب استعمال کیا اور اس کی عمر ۱۴۰ (ایک سو چالیس) سال ہوئی اور یہ ہاشم کا بیٹا تھا اور ہاشم کا اصل نام عمرو تھا اور اسے ہاشم اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ زمانہ قحط میں اپنی قوم کو ثرید بنا کر کھلاتا اور ہاشم عبد مناف بن قصی کا بیٹا ہے اور قصی قصی کی تصغیر ہے دور ہونے کے معنی میں ہے اور اسے قصی اس لئے کہتے کہ وہ جب ان کی والدہ حاملہ ہو کر بلاء قضاعہ میں چلی گئی تو اس وقت وہ اپنے قبیلہ سے دور ہو گئے۔ قصی کلاب کے بیٹے تھے۔ کلاب یا

تو مصدر سے منقول ہے اور مکالبہ کے معنی میں ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے دشمن سے اعلانیہ دشمنی اور اسے سخت تنگ کیا۔

کلاب کلب کی جمع ہے کیوں کہ عرب اس سے کثرت مراد لیتے جیسے کہ عرب درندوں کے نام پر بچوں کا نام رکھتے۔ کسی اعرابی سے پوچھا گیا کہ تم اپنے بیٹوں کے نام برے کیوں رکھتے ہو مثلاً کلب (کتا) ذئب (بھیڑیا) وغیرہ اور اپنے غلاموں کے نام اچھے کیوں رکھتے ہو۔ جیسے مثلاً مرزوق (رزق دیا ہوا) مرباح (نفع بخش) تو اس نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے بیٹوں کے نام دشمنوں کے لئے رکھتے ہیں اور غلاموں کے اپنے لئے ان کا مقصد یہ ہوتا' بیٹے دشمنوں کے لئے ہتھیار اور ان کے سینوں میں تیروں کی طرح پیوست ہوں اس لئے بیٹوں کے لئے یہ نام پسند کرتے ہیں۔ کلاب مرہ کا بیٹا ہے۔ مرہ میں میم پر پیش ہے اور راء کی شد ہے اور مرہ کعب کا بیٹا ہے اور کعب پہلا آدمی ہے جس نے جمعہ کے دن کا نام عروبہ رکھا اور وہ اس دن خطاب کرتا اور قریش اسے سننے کے لئے جمع ہوتے۔

اور اسی نے سب سے پہلے "اما بعد" کا لفظ استعمال کیا اور وہ اکثر اپنے خطبے میں نبی ﷺ کی تشریف آوری کے متعلق بتاتا اور یہ بھی بتاتا کہ وہ میری اولاد میں سے ہوں گے اور لوگوں کو آپ کی اتباع کا حکم دیتا اور پھر یہ شعر پڑھتا۔

یالیتنی شاهد فحواء دعوته
حین العشیرة تنفی الحق خذلان

اے کاش میں آپ کے کلمہ حق کی دعوت کے وقت موجود ہوتا۔
جب آپ کی قوم حق کا انکار کرتے ہوئے آپ کو چھوڑ دے گی۔

کعب لوی کے بیٹے ہیں (لوی لائی کی تصغیر ہے) لوی غالب بن فہر کے بیٹے ہیں فہر میں فاء کا کسرہ ہے اور فہر کا نام قریش ہے یا قریش لقب ہے اور فہر نام اور قریش کا سلسلہ نسب یہاں تک پہنچتا ہے اور جو ان کی اولاد سے نہیں وہ قریشی نہیں بلکہ کنانی ہے قریش کے نسب بیان کرنے والے اس پر متفق ہیں اور یہی اصح ہے فہر مالک بن نضر کے بیٹے ہیں بعض نے کہا ہے کہ نضر نام نہیں بلکہ ان کے چہرے کی تر و تازگی کی وجہ سے ان کا لقب ہے اور نام قیس ہے اور اکثر کے نزدیک یہ جامع قریش ہیں اور قیس کنانہ کا بیٹا ہے کنانہ میں کاف کا کسرہ (زیر) ہے اور وہ قبیلہ کے باپ ہیں۔ اور خزیمہ کے بیٹے ہیں۔ اسم مصغر ہے خاء اور زاء کے ساتھ اور یہ مدرکہ کا بیٹا ہے اور مدرکہ الیاس کا انباری کہتا ہے کہ الیاس ہمزہ کا مکسورہ اور قطعی ہے اور بعض نے

کہا کہ ہمزہ مفتوحہ اور وصلی ہے اور قاسم بن ثابت کا بھی یہی قول ہے۔ اور الیاس رجاء بمعنی امید کی ضد ہے اور یہ مشہور و معروف نبی کا نام ہے اور اس میں لام تعریف کا ہے سہیلی کہتے ہیں کہ یہ قول اصح ہے' اور یہ بھی مذکور ہے کہ الیاس اپنی پشت میں نبی مکرم ﷺ کا حج کا تلبیہ سنتے اور اس لئے یہ بھی مذکور ہوا کہ آپ ﷺ ان کے بارے میں فرماتے کہ الیاس کو برا مت کہو کیوں کہ وہ مومن تھا۔ سہیلی نے اسے اپنی کتاب روضہ میں نقل کیا ہے اور زبیر سے یہ منقول ہے کہ الیاس بن اسماعیل کو اپنے آباء و اجداد کے طرز زندگی کی تبدیلی کی وجہ سے برا سمجھتے وہ اپنی قوم میں کھڑے ہو کر وعظ تبلیغ کرتے اور انھیں اپنا ہم عقیدہ بنا لیتے' لوگ آپ پر اتنا خوش تھے کہ ان کے بعد کسی پر بھی اتنے خوش نہیں ہوئے وہ پہلے آدمی ہیں جس نے سب سے پہلے بیت اللہ میں اونٹ بطور ھدی بھیجا۔ اہل عرب ہمیشہ آپ کی اہل علم کی طرح تعظیم کرتے۔ الیاس مضر کے بیٹے تھے۔ مضر' عمر کی طرح ہے اور ان کو مضر اس لئے کہا جاتا کہ وہ نہایت حسین و جمیل تھے جو بھی ان کے حسن و جمال کو دیکھتا اسے دلی مسرت ہوتی اور خوش آواز بھی تھے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ وہ اونٹ سے گر گئے اور بازو ٹوٹ گیا۔ وہ درد کے مارے وایداہ وایداہ پکارنے لگے اونٹ ان کی خوش آوازی کی وجہ سے وجد میں آگیا اور عرب میں حدی کا آغاز اسی سے ہوا (حدی وہ گیت ہے جسے شتربان اونٹ کو مانوس کرنے کے لئے گاتے ہیں) اور حق و سچ ہے کہ وہ پہلے حدی خوان ہیں اور یہ انہی کا قول ہے کہ **من یزرع شرا یحصد ندامتہ و خیر الخیر اعجلہ** کہ جو برائی کا بیج بوتا ہے وہ ندامت کا پھل کاٹتا ہے۔ جو نیکی جلدی کی جائے وہی بہترین ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مضر اور ان کے بھائی ربیعہ کو برا مت کہو کیوں کہ یہ دونوں ملت ابراہیمی پر مسلمان تھے بلکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ان دونوں کے ساتھ خزیمہ جن کا ذکر گزرا' سعد' عدنان' ادو' قیس' تمیم' اسد اور ضبہ کو بھی مت برا کہو کیوں کہ ان سب کی وفات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوا ہے لہٰذا ان کا تذکرہ ایسے کیا کرو' جیسے مسلمانوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ مضر نزار کے بیٹے ہیں اور نزار نزر سے ماخوذ ہے اور نزر کا معنی قلیل ہے۔ کیوں کہ یہ بھی یکتائے زمانہ تھے۔ بعض نے کہا کہ انھیں نزار اس لئے کہتے ہیں کہ جب ان کی پیدائش ہوا تو ان کے والد نے ان کی آنکھوں کے درمیان نور محمد ﷺ کے نظارے دیکھے تو انھیں انتہائی خوشی ہوئی اور اسی خوشی میں عرصہ دراز تک لوگوں کو بکثرت کھانا کھلاتے رہے اور کہتے کہ اتنا

عرصہ جو اتنا کھانا کھلایا گیا اس بچے کے مقابلے میں نزار ہے (کم ہے) اور نزار معد (میم اور عین کی فتح اور تشدید دال کے ساتھ ہے) کے بیٹے مروی ہے کہ جب بخت نصر نے ملک عرب پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے بنی اسرائیل کے نبی ارمیا علیہ السلام کو وحی کی کہ وہاں معد ہے اسے وہاں سے نکال کر شام لے آؤ اور اس کی حفاظت کرو۔ کیوں کہ ان سے خاتم النبین حضرت محمد ﷺ پیدا ہوں گے تو ارمیا نبی علیہ السلام نے تعمیل ارشاد فرمائی اور معد کی اولاد کی حد بیس یا چالیس تک بتائی گئی ہے انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی فوج پر شب خون مار کر انھیں لوٹ لیا تو موسیٰ ان کے لئے بددعا مانگنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے لئے بددعا کرنے سے منع فرمایا اور اس طرح بھی منقول ہے کہ **انہ دعا فلم یجب حتی فعلوا ذلک ثلاثا** کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور قبول نہ ہوئی تین مرتبہ ایسے ہی ہوا تو آپ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ اے پروردگار میں نے شب خون مارنے والی قوم کے لئے بددعا کی ہے تو نے اسے شرف قبولیت کیوں نہیں بخشا' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس قوم کے لئے تم نے بددعا کی ہے اس میں میرے پسندیدہ نبی آخر الزمان جلوہ افروز ہوں گے معد عدنان کے بیٹے ہیں اور عدنان میں عین پر فتح ہے یہاں تک آپ کے سلسلہ نسب شریف میں اتفاق ہے۔ عدنان سے اوپر سلسلہ نسب میں بکثرت اقوال ہیں جن میں بہت اختلاف ہے اسی لئے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ نسب بیان فرماتے ہوئے عدنان تک پہنچتے تو رک جاتے اور فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ کہا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے (کہ جب ان کے درمیان اور بھی بہت سی قومیں ہو گذری ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو آپ کو ان کا علم عطا فرماتا۔ ابن دحیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا حضور علیہ السلام کا عدنان تک نسب بیان کرنے اور اس سے تجاوز نہ کرنے پر اجماع ہے اور اجماع علماء دلیل شرعی ہے۔

اور مسند فردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ معد بن عدنان تک نسب بیان فرماتے اور تجاوز نہ فرماتے بلکہ رک کر فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ کہا ہے۔

سہیلی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ یہ ابن مسعود ؓ کا قول ہے جیسے کہ کسی نے کہا ہے کہ جب ابن مسعود ؓ یہ آیت مبارکہ پڑھتے۔

الم یاتکم نباء الذین من قبلکم قوم نوح و عاد و ثمود والذین من بعدھم لایعلمھم الا اللہ

(ترجمہ) کیا تمھیں ان کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے انھیں اللہ ہی جانے۔ (پارہ نمبر ۱۳ رکوع ۱۳ آیت۹)

تو پھر فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ کہا ہے کہ علم نسب والے تو لوگوں کو نسب جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ قرآن پاک میں ان کے علم نسب جاننے کی نفی ہے۔

اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ سلسلہ نسب بیان فرماتے تو صرف عدنان تک بیان کرنے کے بعد فرماتے اس سے اوپر کا سلسلہ نسب ہمیں معلوم نہیں۔

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ عدنان و اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تیس واسطے ہیں جن کا علم نہیں۔

اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا جو معد بن عدنان کے بعد کا سلسلہ نسب جانتا ہو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو آدم علیہ السلام تک سلسلہ نسب بیان کرتا ہے تو آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ اسے یہ نسب نامہ کس نے بتایا؟

اور انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ نسب کے بارے میں بھی ان سے اسی طرح مروی ہے، عبدالمطلب کے بیان کردہ فضائل میں سے پہلی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب اصحاب فیل مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوئے تو فرش حرم کعبہ کو چھوڑ کر باہر چلے گئے اور عبدالمطلب نے یہ کہتے ہوئے

واللہ لا اخرج من حرم اللہ ابغی العز فی غیرہ وابغی سواہ عنہ کہ خدا کی قسم کہ میں عزت کی تلاش میں حرم سے غیر حرم میں نہیں جاؤں گا اور نہ ہی حرم کے علاوہ کسی اور کی پناہ میں جاؤں گا حرم ہی میں رہے حتیٰ کہ آپ کا امیر لشکر کے ساتھ جو معاملہ مطلوب تھا اس کے لئے آپ حرم سے باہر آئے اور یہی وہ عظیم جرات و استقامت تھی جس کی وجہ سے آپ شاہ حبشہ اور اس کی قوم کے نزدیک صاحب وجاہت و عزت ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کو ہلاک کر کے ان سے اپنے گھر کو بچا لیا اور اسی جرات مردانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عبدالمطلب نے باشندگان حرم کو خوف و

ہراس سے بچا لیا اور عبدالمطلب کے چچا مطلب کی فوتگی کے بعد لوگوں کی مہمان نوازی اور آب زمزم پلانے کا عہدہ بھی انھیں کے پاس رہا اور عبدالمطلب اس خدمت کے سرانجام دینے میں اپنے آباء و اجداد سے سبقت لے گئے اس لئے ان کی قوم میں انھیں ایسا شرف حاصل ہوا جو ان کے آباء و اجداد کو حاصل نہ تھا اور اس خدمت میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہیں ان کی قوم ان سے محبت کرتی اور اپنی قوم میں انھیں بڑا بلند مقام حاصل تھا وہ ہدایات دینے اور تنبیہات کرتے تو قوم بخوشی ان پر عمل پیرا ہوتی اسلام سے قبل جاہلیت کے زمانہ میں رواج تھا حسب توفیق سال بھر اپنے مال سے کچھ حصہ نکال کر جمع کرتے جس سے ان کے پاس کافی رقم جمع ہو جاتی اور اس سے وہ موسم حج کے لئے غلہ اور انگوروں کے رس کے لئے خشک انگور خریدتے اور غرباء و مساکین اور دیگر لوگوں کو اتنا کھلاتے پلاتے کہ موسم حج میں ہی اس جمع شدہ رقم کو خرچ کر کے ختم کر ڈالتے اس رسم و رواج کو عربی میں رفادہ کہتے ہیں۔

نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ فرماتے کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں اور آپ اس سے دادا اسماعیل علیہ السلام اور والد عبداللہ رضی اللہ عنہ مراد لیتے ہیں۔

اور طبرانی نے اس واقعہ مشہورہ کو بطریق ابن وہب اسامہ بن زید سے اور اسامہ نے زہری اور زہری نے قبیصہ بن ذوئب سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبدالمطلب نے نذر مانی کہ اگر اس کے دس لڑکے ہوگئے تو وہ ان میں سے ایک راہ خدا میں قربانی کرے گا تو جب بفضلہ تعالیٰ دس بیٹے پورے ہوگئے تو اس نے قربانی کے لئے قرعہ اندازی کی تو عبداللہ کے نام قرعہ نکلا جو عبدالمطلب کو بہت پیارے تھے پھر عبدالمطلب نے کہا کہ اے اللہ میں عبداللہ اور سو اونٹوں میں قرعہ اندازی کرتا ہوں تو پھر جب قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ سو اونٹوں کے نام نکلا۔

اور زبیر بن بکار سے مروی ہے کہ عبدالمطلب نے سو اونٹ قربان کر کے چھوڑ دیئے اور لوگ انھیں لے اڑے۔

سخاوی کہتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں انسان کی دیت دس اونٹ مقرر تھے اور اس نذر کے بعد مسلمانوں میں انسان کی دیت سو اونٹ مقرر ہوئے۔

اس لئے اس قرعہ اندازی میں عبدالمطلب دس دس کا اضافہ کرتے رہے جب تعداد سو تک پہنچی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ امام قسطلانی کہتے ہیں کہ نذر ماننے کی

وجہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد عبدالمطلب کا زمزم کے کنویں کو کھودنا تھا کیوں کہ جب قبیلہ جرھم کے عمرو بن حارث اور اس کی قوم نے حرم خدا میں ظلم و ستم کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی قوم (بنو بکر و بنو خزاعہ) کو مسلط کیا جنھوں نے قبیلہ جرہم کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تو عمرو بن حارث نے جاتے جاتے وقت ساز و سامان لے کر اسے زمزم میں ڈال کر انتہائی مبالغہ آمیز انداز میں اسے زمین کے برابر کروا دیا اور اپنی قوم لے کر یمن کی طرف بھاگ نکلا تو اس وقت سے زمزم کا پتہ نہ چلتا تھا اور بذریعہ خواب عبدالمطلب سے حجاب اٹھا لیا گیا اور عبدالمطلب نے اسے معلوم کر لیا اور کچھ نشانات کی روشنی سے کھودنے کی کوشش کی گئی مگر قریش نے زمزم کھودنے سے منع کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ کچھ ناوانوں نے انھیں انتہائی تکلیف پہنچائی جس کی وجہ سے کڑے امتحان سے دوچار ہونا پڑا اس وقت صرف ان کا ایک لڑکا حارث تھا تو اس وقت عبدالمطلب نے نذر مانی اگر میرے دس لڑکے ہو کر معاون بنیں تو میں ان میں سے ایک خدا کی راہ میں قربان کر دوں گا۔ پھر عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی کی جس سے ان کی عزت و وقار میں بڑا اضافہ ہوا۔

برقی نے حضرت آمنہ کے ساتھ حضرت عبداللہ کے نکاح کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ان کے دادا یمن کے روساء میں سے کسی رئیس کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ اچانک ایک پادری آگیا تو اس پادری نے کہا مجھے اپنا سینہ دیکھنے کی اجازت دیجئے تو انھوں نے کہا کہ لیجئے یہ حاضر ہے تو پادری نے کہا کہ میں نبوت و بادشاہی دیکھتا ہوں اور وہ دو منافوں میں ہے ایک عبد مناف بن قصی اور دوسرا عبد مناف بن زہرہ تو جب عبدالمطلب سفر سے واپس لوٹے اپنے بیٹے عبداللہ کو لے جاکر ان کا نکاح آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ سے کر دیا اور خود آمنہ کی چچازاد بہن ہالہ بنت اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ سے نکاح کر لیا۔

کعب احبار کہتے ہیں کہ اس نکاح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آمنہ کو ایسا نور، شان، شوکت، وقار حسن و جمال اور کمال عنایت کیا کہ انھیں قوم کی سیدہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

عرصہ تک نور محمدی عبداللہ کی پیشانی میں چمکتا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے والدہ کے شکم میں چلے جانے کا حکم دیا۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب دلائل میں بطریق زہری روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ قریش کے نوجوانوں میں حسین ترین نوجوان تھے ان کا عورتوں کے

ایک مجمع سے گذر ہوا تو ان میں سے ایک عورت نے کہا اے قریش خواتین تم میں سے کون ہے جو اس نوجوان سے شادی کرے اس کی پیشانی میں چمکتے نور کا شکار کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ اس سے شادی کر کے رسول اللہ ﷺ کے حمل سے حاملہ ہوئیں۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ جب عبداللہ نے حضرت آمنہ سے نکاح کر لیا تو اس وقت تیس سال کی عمر کے نوجوان تھے اور بعض نے کہا کہ اس وقت وہ پچیس سال کے تھے اور بعض نے اٹھارہ سال عمر بتائی ہے۔ اور امام سخاویؒ نے اس کو راجح کہا ہے۔

اور خطیب بغدادی حافظ نے سہل بن عبداللہ تستری سے روایت کی ہے سہل فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ان کی والدہ کے شکم مبارک میں منتقل کرنا چاہا تو ماہ رجب کی جمعہ کی رات تھی تو اس وقت کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے داروغہ رضوان کو حکم دیا کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں اور ایک منادی کرنے والا آسمانوں اور زمینوں میں منادی کرے کہ وہ نور مخزون (خزانہ) و مکنون (پوشیدہ) جس سے ہادی کائنات ﷺ جلوہ افروز ہوں گے آج رات اپنی والدہ کے شکم مبارک میں قیام پذیر ہوا اور جب اس کی مدت تخلیق مکمل ہوگی تو وہ لوگوں کے لئے نذیر بن کر تشریف لائیں گے اور زبیر بن بکار سے منقول ہے کہ یہ استقرار حمل جمیرۃ الوسطی کے پاس شعب ابو طالب میں ایام تشریق میں ہوا۔

اور واقدی وہب بن دمعہ کے طریق سے اور وہب اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ ہم سنا کرتے تھے کہ آمنہ کہتی تھیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے شکم میں تھے تو مجھے حاملہ ہونے کا احساس تک نہیں ہوا اور نہ ہی مجھے کچھ بوجھ محسوس ہوا، جیسے حاملہ عورتیں محسوس کرتی ہیں البتہ مجھے اتنا معلوم تھا کہ میرا ماہواری خون نہیں آرہا اور کبھی یہ بھی فرماتیں کہ میں نیم خوابی میں تھی کوئی میرے پاس آیا تو اس نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ تو حاملہ ہے تو میں نیم خوابی میں شاید اس طرح کہہ رہی تھی کہ مجھے کچھ معلوم نہیں تو اس نے بشارت دیتے ہوئے کہا کہ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تو اس امت کے سردار اور نبی سے حاملہ ہے اور یاد رکھنا اس کا نام محمد (ﷺ) رکھنا اور یہ مکالمہ کا دن سوموار کا دن تھا۔

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن جعفر کی حدیث میں آپ کی رضاعی

والدہ حلیمہ سعدیہ سے روایت کی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں بتایا کہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔ جب یہ میرے شکم میں تھا تو میں نے نہ تو اس سے زیادہ ہلکا پھلکا حمل کبھی دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ عظیم بابرکت۔

پھر میں نے ایک چمکتا ہوا نور دیکھا گویا کہ مجھ سے ایک ستارہ نمودار ہوا اور جب میں نے اسے جنم دیا تو اس کی روشنی سے ملک شام میں مقام بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن و منور ہوگئیں پھر ان کی ولادت عام بچوں جیسی نہ تھی بلکہ بوقت ولادت زمین پر سجدہ ریز ہو کر سر آسمان کی طرف اٹھالیا۔

اور صحیح ابن حبان .... مستدرک حاکم، مسند احمد وغیرہم نے عرباض بن ساریہ سلمی سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کے ہاں ام الکتاب میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم علیہ السلام خمیر میں تھے اور میں تمہیں بتانا چاہوں گا کہ میں اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور وہ بشارت ہوں جو میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی اور میں وہ عظیم نور ہوں جسے میری والدہ نے میری پیدائش کے وقت نکلتے دیکھا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہوگئے۔

سخاوی لفظ بصریٰ کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشائخ کہتے ہیں کہ اسے بصریٰ یا کے پیش اور صاد کے سکون کے ساتھ جبلی کی طرح پڑھا جائے یعنی انھوں نے اپنی ظاہری آنکھوں کے ساتھ شام کے محلات دیکھے۔

راوی کہتے ہیں کہ بصریٰ دمشق کے راستے مشرقی جانب پہلا مشہور شہر ہے کہ حجاز کی طرف سے اس کی سرحد قصبہ حوران سے آملتی ہے۔ بصریٰ اور شام کے درمیان دو منزلوں کا فاصلہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نور محمدی ﷺ سے مشرق و مغرب روشن ہوگئے اور ایک روایت میں ارض کا لفظ ہے یعنی ساری زمین روشن ہوگئی تو مشرق و مغرب اور زمین بصریٰ بھی آگیا اس کے باوجود خصوصیت سے بصریٰ کے ذکر کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ آپ ﷺ بنفس نفیس بصریٰ تک ہی تشریف لے گئے اس سے آگے تشریف نہیں لے گئے اس لئے بطور خاص بصریٰ کا ذکر کیا گیا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ مذکورہ اشارہ شام کو آپ کی نور نبوت سے خاص کرنے کی طرف ہے کیوں کہ شام تک آپ کی ظاہری حکومت ہوگی جیسے کہ سابقہ کتب میں مذکور ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ مقام ہجرت

یثرب (مدینہ منورہ) اور حکومت شام تک ہوگی۔

تو مکہ مکرمہ سے حضرت محمد ﷺ کی ابتدا ہوئی اور شام تک انتہا اور اسی لئے نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس تک سیر کرائی گئی بیت المقدس شام کا ہی ایک حصہ ہے جیسے کہ قبل ازیں آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت فرمائی تھی بلکہ بعض اسلاف نے تو یہاں تک کہہ ڈالا کہ ہر نبی کی بعثت شام ہی سے ہوتی ہے اور اگر کسی کی بعثت شام سے نہیں تو اس نے شام کی طرف ہجرت ضرور کی ہے اور آخر زمانہ میں علم و ایمان کا مرکز بھی شام ہی ہوگا تو اس لئے ملک شام میں آپ کے نور نبوت کی ضیا پاشیاں دوسرے ممالک کی نسبت شام میں زیادہ ظہور پذیر ہوں گی۔ بوقت حمل یا بوقت ولادت نور کے ظہور میں جو اختلاف روایات ہے اگرچہ ولادت باسعادت کے وقت نور کے ظہور والی روایات اتصال کی وجہ سے ترجیح ہے تاہم دونوں وقتوں میں نور کے ظہور میں کوئی ممانعت نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس نور سے اس نور کی طرف اشارہ ہے جو نور آپ اہل زمین والوں کی راہنمائی کے لئے لے کر آئیں گے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جہاں تک وہ نور محمدی منور ہوا وہاں تک اور کائنات کے طول و عرض میں آپ کی امت کی حکومت اور آپ کا دین پھیلے گا۔ طول و عرض کی وسعت جنوب و شمال سے زیادہ یعنی کائنات کے طول و عرض اور جنوب و شمال میں اس نور نبوت کی وجہ سے شرک و گمراہی کے اندھیرے چھٹ جائیں گے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قدجائکم من اللہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ الی صراط مستقیم پ ۶، ع ۷، آیت ۱۵

(ترجمہ) بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے انھیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فالذین امنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون

(پارہ نمبر۹، رکوع نمبر۹، آیت ۱۵۷)

(ترجمہ) تو وہ جو ان پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

نیز مسلم وغیرہ میں ثوبان سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

میرے لئے مشرق و مغرب کی زمین سمیٹ لی گئی اور جہاں تک میرے لئے سمیٹ لی گئی وہاں تک میری امت کی حکومت ہوگی۔

حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے اس ارشاد **فلم احمل حملا کان اخف علی منہ** کہ میں اس سے زیادہ خفیف حمل سے حامل نہیں ہوئی۔ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اور اولاد بھی ہوئی ہے خصوصا ابن سعد کے نزدیک اس سلسلہ میں اسحاق بن عبداللہ والی حدیث نہایت واضح ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں آپ کے علاوہ اور اولاد سے بھی حاملہ ہوئی مگر آپ کا حمل خفیف ترین تھا۔ ابن سعد نے کہا کہ واقدی کہتے ہیں ہمیں اس قسم کی کوئی روایت معلوم نہیں اور نہ ہی اہل علم محدثین سے ایسی کوئی روایت ہے لہذا حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی جلوہ افروز ہوئے واقدی کہتے ہیں کہ زہری کے بھتیجے نے اپنے چچا سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب سے آپ میرے شکم میں تشریف لائے تو اس وقت سے پیدائش تک مجھے تکلیف نہیں اٹھانی پڑی۔

اس کے علاوہ ایک اور روایت ہے جس کے الفاظ مشہور و معروف ہیں کہ **ولا وجدت ثقلا کما تجدالنساء** میں نے اپنے حمل کا ذرا بوجھ بھی محسوس نہیں کیا جیسے کہ دوسری عورتیں بوجھ محسوس کرتی ہیں۔

امام سخاوی فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں کے الفاظ میں تاویل ممکن ہے بشرطیکہ اس سے قبل اسحاق بن عبداللہ کی جو روایت گذری وہ ابن طلحہ ہو تو اس صورت میں حدیث مرسل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ اور صحیح ہیں وہ اس طرح کہ اس میں کوئی انکار، اس میں کوئی حرج اور رکاوٹ نہیں کہ حضرت آمنہ کا آپ کے علاوہ حضرت عبداللہ سے کوئی حمل ہوا ہو اور وہ ساقط ہوگیا تو اب اگر واقدی کی روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے دونوں روایتوں میں تطبیق ہو سکتی ہے لیکن یہ دوسرے حمل والی روایت خلاف اجماع ہے کیوں کہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ علماء نقل کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت آمنہ آپ ﷺ کے بغیر کوئی اور حمل نہیں ہوا (اور صحیح بھی یہی ہے آپ ہی سے ایک حمل صحیح روایت سے ثابت ہے) تو حضرت آمنہ کا یہ ارشاد کہ میں نے ایسا خفیف کوئی حمل نہیں پایا یا تو یہ بطور مبالغہ ہے یا ویسے ہی اتفاقیہ آپ نے ایسے فرمایا دیا۔ مگر جو دونوں روایتوں کو صحیح مانتے ہیں اس کے لئے

سابق تطبیق نہایت مناسب ہے۔

اور آپ کا یہ ارشاد کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں تو اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ جب انھوں نے تعمیر کعبہ کا آغاز کیا تو بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ اے اللہ اس شہر کو امن کا گہوارہ بنا اور اسے ایسا پرکشش بنا تاکہ لوگوں کے دل ادھر مائل ہوتے چلے آئیں اور اس کے باشندوں کو ہر قسم کا رزق عطا فرما۔

اور پھر ارشاد فرمایا **ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایاتک و یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم**

(ترجمہ) اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری اب اور پختہ علم سکھائے اور انھیں خوب ستھرا فرمائے بے شک تو ہی غالب حکمت والا۔ (پارہ نمبرا، رکوع نمبر۱۵، آیت ۱۲۹)

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو اس نبی ﷺ کی صورت میں شرف قبولیت سے نوازا اور دعائے ابراہیمی کے مطابق آپ کو وہ منصب رسالت عطا ہوا اور انھوں نے یہ دعا بھی فرمائی تھی کہ اسے مکہ والوں کی طرف بھیجنا۔

اور آپ کا دعائے ابراہیمی سے مبعوث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجنے کا فیصلہ فرما چکا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دعائے مذکورہ کے لئے مقرر فرما دیا۔ اور لوح محفوظ میں بھی آپ کا خاتم النبیین ہونا لکھ دیا گیا تو پھر اس فیصلہ کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو دعائے مذکورہ کے لئے مقرر فرما دیا تاکہ آپ ﷺ کی بعثت ان کی دعا کا نتیجہ قرار پائے۔

جیسے کہ حضور علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک سے ان کی اولاد کی پشت کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ اور آپ کا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی بشارت ہونے کا اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ حضور علیہ السلام کی آمد کی بشارت دے دیں اس لئے آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی بنی اسرائیل آپ کو جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک رسول کی بشارت سنانے والے ہیں جو ان کے بعد آئیں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔ (پ ۲۸، ع ۹، آیت ۶)

سخاوی نے کہا جس سال آپ شکم مادر میں تشریف لے گئے اس سال کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ سال قریش کے لئے نہایت قحط سالی اور تنگ دستی کا سال تھا لیکن آپ کی برکت سے قریش کی زمین سرسبز و شاداب ہوگئیں درخت پھل دار ہوگئے مکہ مکرمہ کی زمین نہایت آباد ہوگئی اور غلہ کی انتہائی فراوانی ہوگئی اسی لئے یہ سال کشائش رزق اور خوشحالی کے نام سے مشہور ہوا اور اسی کشائش رزق کی وجہ سے ہر جگہ سے قریش کے پاس بہت مال و دولت آئی اور ان دنوں عبدالمطلب قریش اور دیگر قبائل عرب کے حاکم مانے جاتے اور ہر روز بڑی آب و تاب کے ساتھ گھر سے نکلتے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور فرماتے کہ اے قریش یقین جانو کہ میں اپنی آنکھوں کے سامنے ایک آدمی کی صورت دیکھ رہا ہوں اور ایسے دکھائی دیتا ہے کہ وہ ایک کامل و مکمل نورانی ٹکڑا ہے اور اسے دیکھ دیکھ کر جی نہیں بھرتا مگر قریش حسد یا اندھے پن کی وجہ سے ان کی ایسی نورانی شکل کے دیکھنے کا انکار کرتے۔

بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہاں تک منقول ہے کہ اس رات قریش کا ہر جانور زبان سے پکار اٹھا کہ رب کعبہ کی قسم آج (حضرت) محمد ﷺ شکم مادر میں تشریف لے گئے ہیں۔

وہ دنیا کے امام اور چمکتے سورج ہوں گے اس وقت قریش کی ہر نجومی عورت اور عرب کے ہر قبیلہ سے علم کہانت کو سلب کر لیا گیا تھا اسی لئے اس علم کی وجہ سے کسی کو کسی دوسرے کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا تھا اور ہر شخص حجاب میں تھا اور اس دن ہر بادشاہ کے تخت کو الٹ دیا گیا تھا۔ نیز اس دن ہر بادشاہ کو گونگا کر کے اس کی قوت گویائی کو سلب کر لیا گیا تھا اور مشارق کے پرندے مغارب کے پرندوں کو بشارت سناتے اور ایسے ہی سمندری جانور بھی ایک دوسرے کو بشارت اور مبارک دیتے اور آپ کے حمل کے زمانہ میں ہر ماہ ہر آسمان و ہر زمین میں اعلان کیا جاتا کہ مبارک ہو ابوالقاسم (حضرت محمد ﷺ کے زمین پر تشریف لانے کا وہ میمون و مبارک وقت قریب آرہا ہے راوی کہتے ہیں آپ مکمل نو ماہ شکم مادر میں رہے اس عرصہ میں آپ کی والدہ ماجدہ کو نہ کسی قسم کے درد کی شکایت ہوئی نہ ریح کی۔ اور نہ ہی حاملہ عورتوں کے عوارض سے کوئی عارضہ پیش آیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ اسی حمل کی تکمیل کے دوران میں آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کے والد حضرت عبداللہ کو قریشی تاجروں کے ہمراہ ملک شام کے شہر غزہ میں غلہ خریدنے کے لئے بھیجا اور جب قافلہ واپس لوٹا تو آپ بیمار ہو کر قافلہ سے پیچھے رہ گئے اور مدینہ نبوی میں اپنے

والد کے ننھیال بنی عدی بن نجار کے پاس مہینہ بھر قیام کیا اور پھر وہیں مدینہ نبوی میں آپ کا وصال ہوا۔

وہب کی یونس والی روایت جسے یونس نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے عبدالمطلب نے انھیں (یثرب) مدینہ منورہ سے کھجوریں خریدنے کے لئے بھیجا تو وہیں ان کا وصال ہوگیا۔ پھر انھیں وہیں مدینہ منورہ میں دارالنابغہ میں دفنا دیا گیا اور ابن اسحاق نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور ابن سعد نے بھی اسے روایت کیا ہے اور زبیر بن بکار اور دوسرے بھی بکثرت راویوں نے اسی روایت پر اعتماد کیا ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ بڑے سیرت نگار بھی اسی پر متفق ہیں اور ابن جوزی کے علاوہ دوسرے راویوں نے اس قول کو مطلقاً (یعنی بڑے چھوٹے کی تمیز کئے بغیر) جمہور کی طرف کی ہے اور بعض راویوں نے کہا کہ آپ کے والد کی موت آپ کی پیدائش کے بعد ہوئی ہے اور یحیٰی بن سعید اموی نے مغازی میں زہری کے ایک خفیف ترین ذریعہ سے عثمان بن عبدالرحمٰن وقاصی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت آمنہ کے گھر آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو کہا انھیں قبائل میں لے جاؤ اور وہ آپ کو قبائل عرب میں لے گئے اور حضرت حلیمہ سعدیہ سے آپ کو دودھ پلانے کی اجرت کا معاملہ طے پایا اور منقول ہے کہ آپ حضرت حلیمہ کے پاس چھ سال تک قیام پذیر رہے اور پھر وہاں ہی شق صدر کا واقعہ پیش آنے کے بعد حضرت حلیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ کو واپس لے جا کر والدہ کے پاس چھوڑ دیا۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت کتنی تھی اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا دو سال اور چار ماہ اور ابن اسحاق سے یہی منقول ہے اور ابن سعد سے سات ماہ کی عمر منقول ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ اپنے ننھیال کی ملاقات کے لئے مدینہ تشریف لے گئے اور وہیں ان کا وصال ہوگیا۔

در یتیم ایک روایت میں ہے کہ

حضرت عبداللہ کے وصال پر فرشتوں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ اے ہمارے رب اور ہمارے آقا کیا تیرا نبی یتیم ہو کر رہ گیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں اس کا مالک محافظ اور مددگار ہوں۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ نبی مکرم ﷺ کو والدین سے کیوں محروم کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا تاکہ مخلوق کا آپ کے ذمہ کوئی حق باقی نہ رہے اسے ابو حیان نے اپنی "بحر" نامی کتاب میں حضرت جعفر صادق سے نقل کیا

ہے۔

امام سخاوی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے انتقال کے وقت جو اثاثہ چھوڑا وہ ایک حبشی لونڈی ام ایمن تھی جس کا نام برکت تھا۔ پانچ اونٹ اور بکریوں کا ایک ریوڑ تو رسول اللہ ﷺ اسی کے وارث بنے اور پھر یہی ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی پرورش فرماتی رہیں اور پھر جس ننھیال کی طرف پہلے اشارہ ہوا وہ یہ ہے کہ ہاشم بن عبد مناف نے مدینہ میں بنی عدی بن نجار کے ایک آدمی عمرو کی بیٹی سلمٰی سے شادی کر لی جس سے عبدالمطلب پیدا ہوئے اور ہجرت کے بارے میں وارد شدہ حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے' میں عبدالمطلب کے ننھیال بطور مہمان ٹھہرا رہا اس لئے میں ان کی عزت کرتا ہوں ایک اور روایت میں اس طرح آتا ہے کہ میں ماموں کے ہاں ٹھہرا رہا یا ددھیال والوں کے پاس ٹھہرا رہا تو اس میں شک ابن اسحاق مبیعی راوی کی طرف سے ہے بہرحال چاہے ماموں کے الفاظ ہوں یا ددھیال کے ان میں مجازی ہے کیوں کہ خالہ کا لفظ والدہ کے لحاظ سے ہوتا ہے اور آپ کا قیام بنی مالک بن نجار کے پاس تھا نہ کہ بنی عدی بن نجار کے پاس امام بیہقی نے دلائل میں' طبرانی اور ابو نعیم نے بطریق محمد بن ابو سوید ثقفی اور انھوں نے عثمان بن ابوالعاص سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میری والدہ فاطمہ ثقفیہ بنت عبداللہ نے بیان کیا جو ایک صحابیہ بھی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ جس رات حضرت آمنہ کو درد زہ کی شکایت ہوئی تو وہ بھی وہاں موجود تھیں وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت میں نے ستاروں کو قریب آتے اور جھکتے دیکھا تو میں یوں سمجھی کہ وہ ٹوٹ کر مجھ پر گرنے لگے ہیں اور جب حضرت آمنہ سے آپ کا تولد ہوا تو ان سے ایک نور نمودار ہوا جس سے آپ ﷺ کی وجہ سے گھر اور کمرے روشن ہوگئے۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ ہمیں ہشم بن خارجہ نے خبر دی کہ ہم سے یحیٰ بن حمزہ نے اور انھوں نے حسان بن عطیہ سے بیان کیا آپ ﷺ پیدائش کے وقت ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل زمین پر تشریف لائے اور نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے اور یہ روایت قوی اور مرسل ہے اور اسحاق بن ابی طلحہ کی مرسل روایت سے ہے کہ حضرت آمنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو صاف ستھرا جنا' آپ دوسرے بچوں کی طرح غلیظ پیدا نہیں ہوئے آپ خاندان کے پسندیدہ مولود تھے اور آپ کے ساتھ غلاظت وغیرہ کا نام و نشان تک نہیں تھا اور آپ زمین پر اپنے

مبارک ہاتھ کے سہارے بیٹھے۔

ابو حسین بن بشر نے ابن سماک سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو الحسین بن براء نے بتایا کہ حضرت آمنہ نے فرمایا میں نے آپ کو جنا تو آپ دونوں زانوؤں کے بل زمین پر تشریف لے گئے اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے پھر آپ نے زمین سے مٹھی بھر مٹی لی اور سجدے کے لئے جھک گئے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ پر برتن اوندھا کر دیا تو میں نے آپ کی برکت و عظمت کی وجہ سے برتن پھٹا پایا آپ اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے جس سے دودھ کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔

سخاوی فرماتے ہیں کہ جب حضرت آمنہ نے آپ کی پیدائش کے بعد آپ کے دادا کو اطلاع بھیجی تمہارے خاندان میں بچہ پیدا ہوا ہے اسے "آکر دیکھئے تو سہی' جب عبدالمطلب آپ کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے تو آپ کی والدہ نے انھیں دوران حمل دیکھے جانے والے عجیب و غریب واقعات بتائے آپ کے دادا آپ کو دیکھتے ہی دعا کے لئے کھڑے ہوگئے اور اللہ کی دین و عطا پر شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

الحمد لله الذی اعطانی
هذا الغلام الطیب الاردان
قد ساد فی المهد علی الغلمان
اعیذه بالبیت ذی الارکان

(ترجمہ) تمام خوبیاں اللہ ہی کے شایان شان ہیں جس نے مجھے یہ پاکیزہ اور پیکر حسن لڑکا عطا فرمایا تحقیق مہد میں ہی اسے تمام لڑکوں کی سرداری سے نوازا گیا۔ میں اسے ارکان والے (خانہ کعبہ) کی پناہ میں دیتا ہوں۔ (ﷺ)

اور جب آپ کے چچا ابو لہب کو اس کی لونڈی ثویبہ نے بشارت دی کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے ہاں لڑکا ہوا ہے تو اس نے اس خوشی میں اسی وقت اپنی لونڈی آزاد کر دی۔

قسطلانی سے منقول ہے کہ یہ ثویبہ ان عورتوں میں سے ہے جنھوں نے آپ کو دودھ پلایا ہے۔ اور قسطلانی کہتے ہیں کہ یہ بھی منقول ہے کہ کسی نے ابولہب کے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے تو اس نے کہا کہ آگ میں جل رہا ہوں البتہ ہر سوموار کی رات کو میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اور اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میں ان دونوں سے پانی چوستا

رہتا ہوں اور مجھے یہ سکون و آرام اس لئے میسر ہوا کہ جب میری لونڈی ثویبہ نے مجھے محمد ﷺ کی پیدائش کی بشارت دی تھی اور اس نے آپ کو دودھ بھی پلایا تھا تو میں نے ان دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا تھا۔ ابن جوزی نے فرمایا۔ کہ جب ابولہب (☆امام بخاری نے اس روایت کو معلق بیان کیا ہے۔)

اور حافظ ناصرالدین دمشقی نے اس واقعہ کو ان اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

اذا کان هذا کافر جاء ذمه
بتبت یداه فی الجحیم مخلدا

(جب یہ کافر جس کی مذمت قرآن پاک میں تبت یداہ (ابو لہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہوں) کے ساتھ آئی ہے اور دائمی جہنمی ہے۔

اتی انه فی لیلت الاثنین دائما
یخفف عنه للسرور باحمد

فما الظن بالعبد الذی طول دهره
باحمد مسرورا فمات موحدا

اس کے بارے میں آیا ہے کہ ہمیشہ ہر پیر کی رات حضرت احمد (ﷺ) کی پیدائش کی خوشی کی وجہ سے اس کے عذاب میں کمی کی جاتی ہے۔ تو بھلا اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے جو تمام عمر آپ کی وجہ سے خوش رہا اور مومن مرا۔)) جیسے کافر کو جس کی مذمت قرآن پاک میں آئی ہے آپ (ﷺ) کی پیدائش کی رات کی خوشی کی وجہ سے دوزخ میں بھی اچھی جزا مل رہی ہے تو اس سے آپ کے مومن امتی کی عظمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو آپ کی پیدائش پر اظہار مسرت کرے اور آپ کی محبت و وارفتگی میں حسب توفیق خرچ کرے (ﷺ) مجھے قسم ہے اپنی عمر کی کہ اللہ کریم اسے فضل عمیم سے جنات نعیم میں داخل کرے گا۔ (علامہ ابن جوزی کا عقیدہ ہے کہ محفل میلاد منانے والا مسلمان جنتی ہے اور کچھ لوگ جو اس کو بدعت و شرک کہہ دیتے ہیں۔ کیا بدعت سیئہ اور شرک کے مرتکب کی جزاء جنت ہے)

حاکم نے اپنی صحیح میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک تاجر پیشہ یہودی رہتا تھا جب رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کی رات تھی اس نے قریش کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا کہ آج رات تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا تو قریش نے لاعلمی کا اظہار کیا تو اس نے کہا کہ یاد رکھو آج آخری امت کا نبی جلوہ نما ہوا ہے ان کی شانوں کے درمیان نشان ہے جس

میں قطار در قطار بال ہیں جو (عرف فرس) گھوڑے کی ریال کی طرح بال ہیں اور وہ گردن کے بالوں کی طرح ایک دوسرے سے پیوست ہیں وہ دو راتیں دودھ نوش نہیں فرمائے گا کیوں کہ عفریت جن نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے یہ سن کر لوگ ایسے مولود کی خبر گیری کے لئے چل نکلے تو انھیں معلوم ہوا کہ آج عبداللہ بن عبدالمطلب کا نور نظر رونق افروز ہستی ہوا ہے تو لوگ یہودی کو ساتھ لے کر آپ کی والدہ کے پاس گئے اور انھیں کہا کہ ہمیں اپنا بچہ دکھاؤ تو حضرت آمنہ نے نورانی بچہ انھیں دکھایا اور آنے والوں نے آپ کی پشت مبارک سے کپڑا اٹھا کر اس نشان کا مشاہدہ کیا۔ ایک نظارے سے ہی یہودی کے ہوش اڑ گئے اور وہ حسن محمدی کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑا جب پوری طرح ہوش میں آیا تو لوگوں نے اسے پوچھا ہائے افسوس تجھے کیا ہو گیا تو اس نے کہا اے قریش سنو خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی لیکن اے قریش اسے تم پر ایسی دسترس حاصل ہوگی کہ تم مغلوب ہو کر رہ جاؤ گے اور مشرق و مغرب میں اس کے غلبے کا چرچا ہوگا۔ سخاوی کہتے ہیں کہ مذکورہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت ہی مہر نبوت آپ کے شانوں کے درمیان موجود تھی اور خاتم النبیین کے نشانات میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے جس سے اہل کتاب آپ کو پہچانتے تھے وہ اس تلاش میں لگے رہتے اور اسے معلوم کرنے کے لئے دریافت کرتے رہتے اور آپ کی اس مہر نبوت کا اہل کتاب میں اتنا چرچا اور شہرت تھی حتیٰ کہ شاہ ہرقل نے ایک آدمی اس لئے بھیجا کہ وہ جا کر معلوم کر آئے کہ واقعی ان کے شانوں میں مہر نبوت ہے اور تصدیق کرنے کے بعد ہمیں اس سے آگاہ کرے لیکن بعد والی ایک روایت میں آرہا ہے کہ جن دو فرشتوں نے آپ کا سینہ مبارک چاک کر کے اسے حکمت سے لبریز کیا تھا۔ انھوں نے ہی آپ کے مبارک شانوں پر مہر لگائی تھی اور یہ دوسری روایت ماقبل والی روایت کی نسبت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے اور میرا خیال ہے کہ ان دونوں میں تطبیق ہو سکتی ہے مؤلف نے کہا ہاں البتہ اس روایت کی سند ضعیف ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ کے وصال کے بعد وہ مہر آپ کے شانوں سے اٹھا لی گئی تھی۔

خطیب نے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی سے اور فاطمہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میرے والد نے کہا کہ جب نبی مکرم ﷺ کی پیدائش کی رات تھی تو مکہ مکرمہ میں مقیم یہودی علماء میں سے ایک عالم نے کہا کہ آج رات تمھارے شہر

مکہ میں اس وصف اور شان والا نبی پیدا ہوگا جو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تعظیم کرے گا اور ان کی (نام نہاد) امت کو قتل کرے گا اور اگر تم میں ایسے نبی کے پیدا ہونے کی خبر غلط ہو جائے تو پھر تم اہل طائف والوں کو بشارت دے دو۔ یا اھل ایلہ کو

راوی کہتے ہیں کہ پھر اسی رات آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس یہودی عالم نے آبادی سے نکل کر غیر آباد جگہ جا کر ڈیرہ لگایا اور پھر وہ بیانگ دہل کہہ رہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت موسیٰ نبی برحق ہیں اور حضرت محمد نبی برحق ہیں' راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ یہودی عالم ایسا لاپتہ ہوا کہ کوئی اس کی خبر گیری نہیں کرسکا۔

اور ابو نعیم نے دلائل میں شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاص کی سند سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے ان کے دادا سے روایت کی ہے کہ مرالظہران میں ایک پادری تھا۔ جو عیص کے نام سے مشہور تھا تو اس نے ایک حدیث بیان کی اس میں مذکور ہے کہ میں نے عبداللہ بن عبدالمطلب کو وہ رات بھی بتا دی جس رات نبی ﷺ جلوہ افروز ہوئے اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ آپ اس امت کے نبی ہیں اور پھر آپ کے کچھ اوصاف بھی بتا دیئے تھے۔ امام سخاوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش اور بعد از پیدائش رونما ہونے والی علامات بہت زیادہ ہیں۔

اور اسلام میں آپ کے بعثت کے وقت سے اب تک جو روایات چلی آرہی ہیں وہ ان کے اخبار (یہود) کے علاوہ ہیں اور روایات کا یہ سلسلہ ائمہ امت میں مشہور اور معروف ہے۔

اور یہ بات تو شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ ابو نعیم اور سہیلی جیسی مقتدر شخصیات کی ایک جماعت نے آپ کی بعثت سے پہلے کی نہیں بلکہ آپ کی پیدائش سے بھی پہلے ظہور پذیر ہونے والی علامات کو جمع کرنے کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ اور حاکم نے اپنی کتاب اکلیل میں ابو سعید نیشاپوری نے شرف المصطفے میں ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں اور قاضی عیاض نے اپنی کتاب شفاء میں ان علامات کو جمع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امام سبکی وغیرہ نے معرفت صحابہ میں مخزوم بن ہانی کی حدیث بیان کی اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ڈیڑھ سو سال کا پرانا واقعہ ہے کہ ایوان کسریٰ پر لرزہ طاری ہوا اور وہ تھرتھرانے لگا اور اس کے لرزنے سے

ایسی حرکت پیدا ہوئی جس سے ایک خوفناک آواز سنی گئی جس سے کسریٰ کا محل چرگیا اور اس میں اوپر سے نیچے تک دراڑیں پڑگئیں۔

شیخ المشائخ ابن جوزی کا بیان ہے کہ مدائن میں اس محل کو دیکھنے والی ایک جماعت نے ہمیں بتایا کہ اس محل میں دراڑ کا نشان اب بھی موجود ہے اور کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے بھی گر گئے تھے ("شرفہ" شرف کا مفرد ہے) اور شرف ان کنگروں کو کہا جاتا ہے جو دیوار کے بالائی حصہ پر خوبصورتی کے لئے بنائے جاتے ہیں اور جو آگ مسلسل دو ہزار سال سے جل رہی تھی اور اہل فارس اس کی عبادت کرتے تھے پیدائش کے دن وہ بھی بجھ گئی تھی حالانکہ اس آگ کو جلانے کے لئے آدمی مقرر تھے ان لوگوں نے آگ جلانے میں کسی غفلت یا تساہل سے کام نہیں لیا ہر چند کہ وہ جلانے کی کوشش کرتے مگر آگ روشن نہ ہوئی اور وہ بالآخر تھک ہار کر بیٹھ گئے اور بحیرہ ساوہ جو اہل شرک و عروان کی ظاہری صفائی کا ذریعہ تھا وہ خشک ہوگیا اور بحیرہ ساوہ مملکت عجمی عراق میں ہمدان اور رقم کے درمیان میلوں پھیلا ہوا چشمہ تھا' اس میں کشتیاں چلتی تھیں اور اس کے اردگرد شہروں اور دیہاتوں کے لوگ کشتیوں میں سفر کرتے تھے مثلاً فرغانہ اور رے کے باشندے آپ ﷺ کی پیدائش کی رات وہ چشمہ خشک زمین ہو کر رہ گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے طول و عرض میں کبھی ذرہ بھر پانی نہیں ہوا بلکہ پانی انتہائی گہرائی میں چلا گیا حتیٰ کہ وہاں ایک شہر آباد ہوگیا جسے ساوہ کہا جانے لگا جو اب بھی ایک مضبوط شہر کی حیثیت سے باقی ہے ان علاقوں اور شہروں کے قاضی القضات اور حاکم اعلےٰ نے طاقتور اونٹوں کو دیکھا جو عربی گھوڑوں کو دھکیلتے لے جارہے تھے اور وہ دجلہ کو عبور کر کے وہاں شہروں اور وادیوں میں پھیل گئے اور اس مقدس رات شیاطین پر شہاب ثاقب برسائے گئے حالانکہ شیاطین اس سے قبل کسی آئندہ بات کی ٹوہ لگا لیتے اور اس دن شیطان کو بھی آسمان پر جانے سے روک دیا گیا اور منقول ہے کہ اس سے قبل وہ آسمان پر جاکر کہیں بیٹھ جاتا اور کسی نہ کسی بات کا سراغ لگا لیتا۔ اور پھر انھیں اپنے چیلوں میں پھیلا دیتا بقی بن مخلد صاحب مسند نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ شیطان چار مرتبہ شدید ترین چلایا۔ ایک مرتبہ جب اس پر لعنت کی گئی۔ دوسری مرتبہ جب اسے آسمان سے نیچے اتار دیا گیا۔ تیسری مرتبہ جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی بعثت کے وقت۔ اور چوتھی مرتبہ جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ آپ ﷺ کی مہر نبوت کے

بارے میں راویوں کا اختلاف ہے یا تو مہر نبوت پیدائشی تھی جیسے کہ اس سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت گذری یا مہر نبوت پیدائش کے وقت نمودار ہوئی یا جب آپ دودھ پینے کے زمانہ میں شق صدر کے وقت دو فرشتوں میں سے ایک نے آپ کو مہر لگائی۔ پہلی روایت ابن سید الناس کی ہے اور دوسری روایت مغلطائی کی ہے جو یحییٰ بن عابد (بصیغہ تمریض) یعنی ایسے الفاظ سے روایت کی گئی جن سے روایت کا ضعیف ہونا معلوم ہوتا ہے) اور تیسری صحیح اور اثبت ہے اور رہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات تو اسے طیالسی اور حارث نے اپنی مسانید میں بیان کیا ہے اور ابو نعیم نے دلائل میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے میری پشت پر مہر لگائی جس کا اثر میں نے اپنے دل میں محسوس کیا۔ ابوذر کی حدیث جو احمد نے روایت کی ہے اور بیہقی نے اسے دلائل میں ذکر کیا اس سے ملتی جلتی ہے اور میرے خیال میں ان احادیث میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ ہر مرتبہ افادہ میں زیادتی کا ظہور ہوا۔ یعنی پیدائشی طور پر بھی اور اس کے بعد کسی فائدے کی زیادتی کے لئے دوبارہ' سہ بارہ لگائی گئی ہو) جیسے کہ آپ ﷺ کے مختون پیدا ہونے میں اختلاف ہے کہ کیا آپ مختون پیدا ہوئے یا پیدائش کے بعد آپ کا ختنہ ہوا۔

اور طبرانی اور ابو نعیم وغیرہما نے بواسطہ حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مجھے جو اعزازات اور کرامات حاصل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور بغرض ختنہ میرے مقام ستر کو کسی نے نہیں دیکھا۔

اور ابن سعد والی حدیث جو انھوں نے عطا خراسانی سے روایت کی ہے اور عطا خراسانی نے عکرمہ سے انھوں نے ابن عباس سے اور ابن عباس نے اپنے والد سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) روایت کی ہے کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے اور آپ کے دادا نے آپ کی ایسی پیدائش پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا بیٹا (پوتا) بڑی شان والا ہوگا۔

ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ معذور یعنی ختنہ شدہ پیدا ہوئے اور حکیم ابو عبداللہ ترمذی نے کہا کہ آپ مختون پیدا ہوئے۔

اور ابن عبدالبر نے اپنی کتاب تمہید میں روایت بیان کی ہے کہ آپ کے دادا نے پیدائش کے ساتویں دن آپ کا ختنہ کیا اور اس تقریب میں لوگوں کو کھانا کھلایا' میرا

خیال ہے کہ آپ کے دادا نے ساتویں دن لوگوں کو جو کھانا کھلایا لوگوں نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ شاید یہ تقریب ختنہ کا کھانا ہے اور ختنہ کا یہ معنی ہے کہ آپ کے دادا نے آپ کا مختون ہونا ظاہر فرمایا اور یہ بتایا کہ اس کا لخت جگر بلند شان اور قدرت خداوندی کی عظیم ترین دلیل ہے کیوں کہ ابن عبدالبر کی روایت میں ہے کہ جب آپ کی پیدائش کا ساتواں دن تھا تو آپ کے دادا نے ایک مینڈھا ذبح کیا اور قریش کو کھانے کی دعوت دی اور قریش نے کھانے سے فراغت کے بعد پوچھا کہ اے عبدالمطلب ہمیں یہ تو بتا دیں کہ جس لخت جگر کی وجہ سے تو نے ہماری آؤ بھگت کی اس کا نام کیا ہے تو عبدالمطلب نے بتایا کہ محمدؐ تو قریش نے پوچھا کہ تم نے خاندانی رسم و رواج کے مطابق رکھے جانے والے ناموں کو کیوں نظر انداز کر دیا تو عبدالمطلب نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ عزوجل آسمانوں میں اس کی تعریف کرے اور اس کی مخلوق زمین میں اس کی تعریف کرے۔

اور یہ غریب ترین روایت ہے کہ آپ کا ختنہ جبرائیل علیہ السلام نے کیا اور عراقی نے محاکمہ کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کہ مذکورہ روایات میں سے کوئی روایت بھی پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی اور امام احمد نے اس روایت میں توقف کیا ہے کہ آپ کے دادا نے آپ کا ختنہ کیا ہے اور اسی طرح اس کے مقابلہ میں دوسری روایات میں بھی توقف کیا ہے۔ امام مزنی سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ علیہ السلام مختون پیدا ہوئے تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا اللہ اعلم اور پھر لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا لاادری کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔

اور ابوبکر عبدالعزیز بن جعفر جو ائمہ حنابلہ میں سے ہیں نے کہا کہ آپ ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے اور ابو عبداللہ یعنی امام احمد بن حنبل نے اس کو صحیح قرار دینے میں کوئی پیش رفت نہیں کی (مقصد یہ ہے کہ آپ نے توقف فرمایا ہے) اور بعض ائمہ نے کہا کہ جیسے بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ کے دادا نے آپ کا ختنہ کیا۔ یہی قریب الی الحق ہے لیکن حاکم نے کہا کہ پہلی روایت کے بارے میں روایات حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں امام سخاوی فرماتے ہیں کہ میرا میلان طبع بھی اس پہلی روایت کی طرف ہے خصوصاً آپ کی والدہ کا یہ ارشاد کہ میں نے انھیں صاف ستھرا اور پاک و طاہر جنا۔ اور بعض ائمہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کے گھر کے خاندان میں اس بات کو رچا بسا دیا تھا کہ وہ آپ کا اسم گرامی محمد رکھیں۔ کیوں کہ وہ خوبیوں کا مجسمہ ہیں

تاکہ اسم (محمد) تعریف کیا ہوا مسمی کے مطابق ہو جائے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نام (اسماء) آسمان سے اتارے جاتے ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی نہایت حسین منظر کشی فرمائی ہے۔

وضم الا الہ اسم النبی الی اسمہ
اذا قال فی الخمس المئوذن اشہد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ
فزو العرش محمود و ہذا محمد

(اور اللہ نے نبی کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا) جب مؤذن پانچ وقت اذانوں میں اشہد کہتا ہے۔ اور اس کا نام اپنے نام سے نکالا تاکہ اس عظمت سے نوازے صاحب عرش خود تو محمود ہے اور یہ محمد ﷺ ہیں۔

سخاوی کہتے ہیں یا تو شروع سے بتوفیق الٰہی آپ کے دادا نے آپ کا یہ نام رکھایا بذریعہ خواب انھیں یہ نام بتایا گیا۔

اور ابو ربیع بن سالم کلاعی کہتے ہیں کہ لوگوں کا غالب گمان یہی ہے کہ عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ چاندی کی ایک زنجیر ان کی پشت سے نکلی اس کا ایک کنارہ تو آسمان کی بلندی چھو رہا تھا اور دوسرا زمین میں پیوست تھا اور ایک کنارہ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں اور پھر وہ زنجیر سمٹ کر ایک درخت بن گیا اور اس کے ہر پتے پر نور تھا اور مشرق و مغرب کے لوگ اس سے لٹکے ہوئے تھے۔ آپ کے دادا نے یہ خواب معبر کو بتائی اور معبر نے ان کی یہ تعبیر بتائی کہ تمہاری پشت سے ایک بچہ پیدا ہوگا مشرق و مغرب کے لوگ اس کے پیروکار ہوں گے اور زمین و آسمان والے اس کے ثنا خواں ہوں گے اسی لئے آپ کا نام محمد رکھا گیا اور حضرت آمنہ نے بھی یہ بیان کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام محمد رکھنا بہرحال آپ ﷺ کے دو اسم گرامی ہیں محمد اور احمد جیسے کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے محمد رسول اللہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (ﷺ) اور دوسرا ارشاد ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک رسول کی خوشخبری سنانے والے ہیں کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔

حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے نام محمد ﷺ عرش پر دیکھا اور اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو فرمایا لولا محمد ما خلقتک کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ اور رہی لولاک لما خلقت

الافلاک کی صحت کی بات تو معنی یہ صحیح ہے اگرچہ صنعانی نے اسے موضوع کہا ہے۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ احمد و محمد کا معنی بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ احمد افعل کے وزن پر اسم تفضیل مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے کہ جس سے بکثرت صفت حمد صادر ہوئی ہو اور محمد بروزن مفعل کا معنی ہے کہ جس میں صفت حمد بکثرت پائی جائے تو آپ ﷺ صدور حمد کے لحاظ سے اجل اور دنیا و آخرت میں بلحاظ حمد آپ تمام لوگوں سے فوقیت رکھتے ہیں اسی لئے آپ احمد المحمودین اور احمد الحامدین ہیں اور بروز قیامت میدان محشر میں لواء حمد (حمد کا جھنڈا) بھی آپ کے پاس ہوگا تاکہ کمال حمد کی تکمیل ہو اور میدان محشر میں آپ صفت سے مشہور ہوں گے اور آپ کو مقام محمود پر رونق افروز کیا جائے گا اور وہاں اولین و آخرین آپ کی مدح سرائی کریں گے اور وہاں پر محامد کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت صحیحہ کے مطابق آپ کو عدیم النظیر مقام سے نوازا جائے گا جو کسی کو بھی میسر نہیں ہوگا اور سنئے انبیاء سابقہ کی کتب میں آپ کی امت کو حامدین کے نام سے موسوم کیا گیا لہٰذا آپ ہی کا شایان شان ہے کہ آپ کا اسم گرامی محمد و احمد ہو (ﷺ) اور ان دو مقدس ناموں میں آپ کے عجیب و غریب خصائص اور رنگارنگ علامات ہیں نیز یہاں ایک اور حیرت انگیز بات بھی ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل کسی کے یہ دو نام نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں آپ کے لئے محفوظ رکھا بہرحال آپ کا اسم گرامی احمد جو کتب سابقہ میں مذکور ہے اور انبیاء علیہم السلام جس کی آمد کی بشارت دیتے رہے تو حکمت ایزدی نے کسی کو یہ نام رکھنے سے باز رکھا اور اس سے قبل کسی کو بھی اس نام سے نہیں پکارا گیا تاکہ کمزور دل کسی التباس اور شک میں نہ پڑے کہ کون سا آدمی احمد کا صحیح مصداق ہے) اور اس طرح عرب و عجم میں کسی کا نام بھی محمد نہیں تھا ہاں البتہ آپ کی تشریف آوری سے کچھ قبل اس بات کا چرچا ہونے لگا کہ ایک نبی مبعوث ہوگا جن کا اسم گرامی محمد ہوگا ﷺ پھر قبائل عرب میں سے کچھ لوگوں نے اس امید و خواہش کے پیش نظر اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنا شروع کر دیا یا شاید ختم نبوت کا تاج ان میں سے کسی کے سر سجایا جائے لیکن اللہ خوب جانتا ہے کہ منصب رسالت سے کس کو نوازنا ہے پھر شہرت کی وجہ سے جن کا نام محمد رکھ بھی دیا گیا تو انھیں اللہ تعالیٰ نے دعوے نبوت سے باز رکھا اور دوسرے لوگوں میں سے کسی کو انھیں نبی کہنے سے باز رکھا اور کسی ایسے سبب کے اظہار سے بھی باز رکھا جس کی وجہ سے کوئی آپ کے بارے میں

مشکوک ہو۔ اور ان باتوں سے باز رکھنے کا یہ فائدہ ہوا کہ کوئی آپ کا مدمقابل ہی نہ رہا اور نبی کہلانا و کہنا آپ کے لئے قطعی و یقینی ہوگیا۔

امام سخاوی فرماتے ہیں کہ آپ کے اسماء گرامی بہت زیادہ ہیں بعض نے کہا کہ ان کی تعداد ایک ہزار ہے لیکن اس میں اکثر اسماء گرامی ایسے افعال سے ماخوذ ہیں جن سے آپ ﷺ متصف ہیں ان ہزار اسماء مبارکہ میں سے کچھ مجموعہ "القول البدیع" میں جمع کیا اور ان کے نصف کے لگ بھگ بھی جمع نہیں کیے۔

اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ کثرت اسماء مسمی کی جلالت شان کی روشن دلیل ہے۔ اور آپ کی عظمت شان کے اظہار کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے اسماء حسنی سے مشرف اور صفات علیا سے متصف فرمایا، جیسے کہ شفاء وغیرہ میں بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے اور میں کہتا ہوں کہ شیخ المشائخ حافظ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے ایک رسالہ میں آپ کی پانچ صد اسماء گرامی جمع فرمائے ہیں میں نے اپنی صوابدید کے مطابق ان میں سے عمدہ اچھے اور اعلیٰ لے لئے اور ننانوے اسماء مبارکہ پر اقتصار کیا۔

آپ کی نظیر ناممکن ہے......

ھذا الحبیب فمثلہ لا یولد والنور من وجناتہ یتوقد جبریل نادی فی منصتہ حسنت ھذا ملیح الکون ھذا احمد ھذا ملیح الوجہ ھذا المصطفی ھذا جمیل الوصف ھذا المسند ھذا جلیل النعت ھذا المرتقی ھذا کحیل الطرف ھذا الامجد ھذا الذی خلعت علیہ ملابس ونفائس فنظیرہ لایوجد

یہ ایسے یکتا حبیب ہیں جن کی نظیر پیدا ہونا ناممکن ہے۔ اور ان کے رخسار سے نور کے سوتے پھوٹ رہے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام مجلہ حسن میں پکار اٹھے۔ یہ حسین کائنات ہیں یہ احمد ہیں ﷺ یہ پرکشش چہرے والے ہیں یہ مصطفی (برگزیدہ) ہیں ﷺ یہ نہایت اچھی تعریف والے ہیں یہ کائنات کا ملجاء ہیں ﷺ یہ بڑی تعریف والے ہیں یہ بڑے پسندیدہ ہیں (ﷺ) یہ سرگین آنکھوں والے ہیں یہ بڑی عظمت والے ہیں۔ یہی وہ عظیم ہستی ہے جنھیں عمدہ لباس و نفاس سے نوازا گیا۔ حق تو یہ ہے کہ آپ کی نظیر ہی ممکن نہیں۔ (ﷺ)

(☆امتناع نظیر پر علامہ فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "تحقیق الفتویٰ" کا مطالعہ فرمائیں۔ اصل رسالہ فارسی میں ہے اور اس کا ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم صاحب شرف قادری نے فرمایا آپ اسے مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور سے منگوا کر پڑھیں جس

سے آپ کی روح کو سرور اور ایمان میں جلاو تازگی پیدا ہوگی کتاب کے اصل مسودہ کی نوک پلک سیدھی کرنے میں مترجم بھی علامہ موصوف کے ساتھ پنجاب لائبریری میں جاتا رہا۔ "القول البدیع" فی الصلوۃ علی النبی الشفیع) امام سخاوی رحمتہ اللہ علیہ کی ایمان افروز اور باطل سوز کتاب ہے جس سے اور غذائے روح میسر آتے ہیں۔ لاثانی کتب خانہ متصل جامع مسجد دو دروازہ سیالکوٹ نے اسے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ صاحب ذوق اسے منگا کر اپنا شوق پورا کرسکتے ہیں نیز یہ کتب مکتبہ "رضائے مصطفے" سے بھی دستیاب ہیں۔)

تاریخ پیدائش......

امام ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں قیس بن مخرمتہ اور ابن اشیم کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش اصحاب فیل کے مشہور و معروف سال میں ہوئی اور امام بیہقی نے دلائل میں سوید بن غفلہ کی حدیث نقل کی جو مخفو میں سے تھے۔ نیز امام بیہقی اور ان کے استاد حاکم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور استاد اور شاگرد دونوں نے اسے بواسطہ حجاج بن محمد صحیح قرار دیا ہے اور حجاج بن محمد نے یونس بن ابو اسحاق سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے سعید بن جبیر اور سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ابن سعد نے عام الفیل کی بجائے یوم الفیل کا لفظ مروی ہے اور حاکم نے بھی بواسطہ حمید بن ربیع اور حمید نے حجاج سے ایسے ہی روایت کیا ہے اور کہا لفظ یوم الفیل میں حمید متفرد ہے اسی لئے انھوں نے ابن معین کی روایت کا تعاقب کیا ہے لیکن عام الفیل کے لفظ والی روایت محفوظ ہے۔ عام الفیل کی جگہ کسی اور لفظ (یوم الفیل) کے منافی نہیں (عام الفیل کے دن کی وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے اس میں احتمال موجود ہے (کہ آیا آپ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں یوم الفیل ہی کو ہوئی یا کسی اور دن)۔

علامہ عبدالبر فرماتے ہیں کہ یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ یوم سے مراد دن لیا جائے جس دن اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کو بیت اللہ کو روندنے سے روکا اور اس کے لانے والوں کو تباہ و برباد کر دیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوم سے عام مراد (سال) ہو۔

امام سخاوی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ پہلے احتمال کی طرف مائل ہیں کیوں کہ کبھی یوم بول کر مطلق وقت مراد لیا جاتا ہے جیسے یوم فتح اور یوم بدر سے حقیقت یوم ہے تو اب یوم الفیل کا لفظ عام الفیل سے خاص ہوگا۔ اور ابن حبان نے اپنی تاریخ کی ابتدا میں ایسی بات کی تصریح کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ کی پیدائش عام فیل کو اس دن

ہوئی جس دن اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کو اصحاب فیل پر مسلط کر دیا تھا اور امام بیہقی نے محمد بن جبیر بن مطعم کی مرسل روایت یوم کی بجائے لفظ عام سے بیان کی ہے اور اصحاب فیل کے منظر کو حکیم بن حزام اور حویطب بن عبدالعزی اور حسان بن ثابت نے بچشم خود دیکھا ہے اور ان تمام کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی ہے اور ابراہیم بن المنذر کہتے ہیں کہ عام فیل یعنی جس سال ہاتھی والوں نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا میں آپ کی پیدائش کے بارے میں ہمارے اکابر میں سے کسی نے شک نہیں کیا اور جن لوگوں نے عام فیل میں آپ کی پیدائش پر اجماع نقل کیا ہے ان میں سے ابن قتیبہ ہیں اور پھر عیاض ہیں اور ابن دحیہ نے کہا کہ آثار سلف اور سنن کی روشنی میں عام فیل پر ہی علماء کا اتفاق ہے اور ابن قیم نے بھی تو اتفاق کا قول کیا ہے تو اس کی معتمد اور قابل اعتماد شخصیات یہی ہیں جن کی وجہ سے اس نے اتفاق کا قول کیا ہے لیکن اس میں اختلاف ثابت ہے اور اس خلاف کی وجہ سے بہت سے اقوال ہیں ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کی پیدائش اصحاب فیل کے واقعہ کے چالیس سال بعد ہوئی یہ ابو زکریا علائی کا قول ہے جسے ابن عساکر نے اپنی کتاب "الترجمتہ النبویہ" اپنی پہلی تاریخ سے لیا ہے یا آپ کی پیدائش واقعہ عام فیل کے تیس سال بعد ہوئی اسے موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے نقل کیا ہے یا پھر آپ کی پیدائش واقعہ عام فیل کے تیئیس سال بعد ہوئی اسے ابن عساکر نے شعیب بن شعیب کی روایت سے بیان کیا ہے یا پھر آپ کی پیدائش واقعہ عام فیل کے پندرہ سال بعد ہوئی اسے ابن کلبی نے اپنے والد سے اور انھوں نے ابو صالح سے اور ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی معتمد روایت وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی یا پھر آپ کی پیدائش واقعہ اصحاب فیل کے ایک ماہ بعد ہوئی اور یہ ابن عبدالبر سے مروی ہے یا وہ پھر آپ کی پیدائش واقعہ فیل کے دس ماہ بعد ہوئی اسے بھی ابن عساکر نے بواسطہ عبدالرحمن ابن ابزی روایت کیا ہے یا تیس دن کے بعد یا چالیس دن کے بعد امام سخاوی فرماتے ہیں کہ عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت بادشاہ (نوشیروان) کے زمانے میں ہوئی اس کا کوئی ثبوت اور اصل نہیں۔

اور بعض نے تاریخ سے بے خبری اور ناواقفی سے یہاں تک بے تکی بات کہہ ڈالی کہ آپ کی پیدائش کسریٰ نوشیروان کے زمانہ میں مکہ میں ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اور اس میں علماء کا کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ یہ

بالکل جھوٹ اور باطل ہے' علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں بعض جہلاء سے جو یہ منقول ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت نوشیروان بادشاہ کے زمانہ میں ہوئی ہمارے شیخ عبداللہ حافظ نے اسے باطل قرار دیا ہے اور پھر بعض صالحین کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ سے ابو عبداللہ کی بات دریافت فرمائی تو آپ نے اس من گھڑت حدیث کی تکذیب و ابطال میں ابو عبداللہ کو سچا قرار دیا اور حضور نے فرمایا کہ یہ ہرگز میری حدیث نہیں (کہ میں نوشیروان کے زمانہ میں پیدا ہوا۔) اے سائل! اگر تو یہ دریافت کرنا چاہے کہ انسان کی جہاں کی مٹی ہوتی ہے اس کا مدفن بھی وہیں ہوتا ہے تو اس ضابطہ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مدفن بھی مکہ مکرمہ ہی ہو کیوں کہ آپ کی تراب مبارک بھی مکہ سے لی گئی ہے۔

صاحب عوارف نے اس سوال کا جواب دیا (اللہ تعالیٰ ان کے عوارف سے ہمیں نوازے اور ان کی نوازشوں سے ہم پر مہربانی فرمائے کہ) نوح علیہ السلام کے طوفان کے وقت جب پانی موجزن ہوا تو اس نے جھاگ کو ادھر ادھر کناروں پر پھینک دیا تو آپ ﷺ کا جوہر وہاں قرار پذیر ہوا۔ جہاں مدینہ منورہ میں آپ کا مزار پاک ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ مکی بھی تھے اور مدنی بھی کیوں کہ آپ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ تربت و مدفن' مدینہ منورہ میں **زادھا اللہ شرفا و تعظیما** اور پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ کی ولادت کس ماہ میں ہوئی اور مشہور یہی ہے کہ آپ کی پیدائش ربیع الاول شریف میں ہوئی اور جمہور علماء کا قول بھی یہی ہے اور ابن جوزی نے اسی قول پر علماء کا اتفاق نقل کیا مگر اتفاق والی بات محل نظر ہے کیوں کہ بعض نے کہا کہ آپ کی پیدائش صفر میں ہوئی اور بعض نے کہا کہ ربیع الاخر میں ہوئی اور بعض نے رجب کو آپ کی پیدائش کا مہینہ قرار دیا ہے مگر ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں اور بعض نے کہا کہ آپ کی پیدائش کا مہینہ رمضان المبارک ہے اور یہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک غیر صحیح سند سے مروی ہے اور یہ اس قول کے موافق ہے جس میں آتا ہے کہ آپ ایام تشریق شکم مادر میں تشریف لائے اور آپ کی پیدائش کے بارے میں عجیب و غریب تر قول یہ ہے کہ آپ عاشورہ' دسویں محرم کو پیدا ہوئے پھر اسی طرح مہینہ کے دن میں اختلاف ہے کہ آپ کون سے دن پیدا ہوئے بعض نے کہا کہ ربیع الاول شریف اور پیر کا ہی دن تھا لیکن تاریخ معلوم نہیں اور جمہور کا قول ہے کہ دن معین ہے بعض نے کہا ہے کہ ربیع الاول کی دو

تاریخ تھی اور بعض نے کہا کہ آٹھ تاریخ تھی اور شیخ قطب الدین قسطلانی فرماتے ہیں کہ اکثر محدثین نے اسی روایت کو اختیار کیا اور یہ ابن عباس اور جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے اور یہی اکثر ان لوگوں کا قول ہے جنہیں اس بارے میں کچھ معرفت حاصل ہے اور حمیدی اور اس کے شیخ ابن حزم کا بھی یہی قول ہے اور قضاعی نے عیون المعارف میں اسی پر علم ہیئت والوں کا اجماع نقل کیا ہے اور بعض نے دس ربیع الاول کا قول کیا ہے اور بعض نے بارہ ربیع الاول شریف اور اہل مکہ اس پر متفق ہیں کیوں کہ بارہ ربیع الاول شریف کو ہی اہل مکہ آپ کی جائے ولادت کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

بعض نے سترہ اور بعض نے بائیس ربیع الاول شریف کا قول کیا ہے اور مشہور یہی ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲ بارہ ربیع الاول شریف بروز پیر ہوئی اور یہ ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے اور اسی طرح پیدائش کے دن میں بھی مختلف روایات ہیں اور مشہور یہی ہے کہ آپ پیر کے دن جلوہ افروز ہوئے۔

ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس دن میری پیدائش ہوئی ہے اور اسی دن مجھے نبوت سے سرفراز کیا گیا (یہ امام مسلم سے مروی ہے) اور آپ کا یہ ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی پیدائش دن کے وقت ہوئی۔

اور مسند میں ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت کا دن بھی پیر ہے اور بعثت کا دن بھی پیر ہی ہے اور پیر کے دن ہی آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں تشریف آوری بھی پیر ہی کو ہوئی۔ اور حجر اسود نصب کرنے کا معاملہ بھی پیر ہی کو آپ نے طے فرمایا۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
(اعلحضرت فاضل بریلوی)

اور علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ مکہ بھی پیر کے دن فتح ہوا اور سورہ مائدہ کے اس حصے کا نزول جو اس آیہ مبارکہ پر مشتمل ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (پ ۶، رکوع ۳، آیہ ۳) بھی پیر ہی کو ہوا اور یہ نزول کے لحاظ سے آخری سورت ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابو نعیم نے دلائل میں ذکر کیا کہ آپ طلوع فجر کے وقت جلوہ افروز ہستی ہوئے اور بعض نے کہا ہے کہ رات کے وقت۔

اور زرکشی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت دن کے وقت ہی ہوئی۔ اور میں کہتا ہوں کہ علامہ قسطلانی نے اس سلسلہ میں بڑی عجیب تر بات فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کی رات کو تین وجہ سے لیلۃ القدر سے افضل قرار دیا ہے اور کہا کہ مطلق کو مقید نہیں کہا جاسکتا حالانکہ شب قدر کی افضلیت اس میں عبادت کرنے کی وجہ سے ہے لیکن شب قدر کی افضلیت شہادت نص قرآنی کی وجہ سے ہے کہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر کہ شب قدر کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور آپ ﷺ کی شب ولادت کی یہ افضلیت کتاب و سنت اور علماء ائمہ میں کسی کے قول سے معلوم نہیں ہوتی (یاد رہے کہ یہ کلام اس صورت میں ہے جو رات آپ کی ولادت کے علاوہ سال بہ سال آتی ہے رہی وہ خاص رات مبارک جو گذر چکی ہے اور جس میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو وہ ہزارہا شب سے بہتر ہے کیوں کہ شب قدر کو یہ فضیلت و برکت اسی بابرکت رات کی وجہ سے حاصل ہوئی)

شب ولادت میں سب مسلماں نہ کیوں کریں مال و جان قرباں
ابولہب جیسے سخت کافر خوشی میں جب فیض پا رہے ہیں
(حکیم الامت گجراتی)

اور ابن وحیہ کا اس قول کو کہ آپ کی ولادت کے وقت ستارے زمین پر گرتے تھے اس لئے ضعیف قرار دینا کہ آپ کی ولادت دن کے وقت ہوئی (اور دن کے وقت ستارے نہیں ہوتے صحیح نہیں کیوں کہ ستاروں کا گرنا بطور معجزہ تھا۔ لہذا اس میں دن اور رات کی کوئی تخصیص نہیں، چاہے ولادت باسعادت دن کے وقت ہو یا رات کے وقت اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا نیز علاوہ ازیں آپ کی ولادت طلوع فجر کے بعد ہوئی اور ستاروں کا اس وقت رات کی طرح غلبہ ہوتا ہے یا یہ جواب دیا جائے گا کہ جس رات کی صبح کو آپ کی ولادت ہونی تھی اس رات کو ستاروں کا گرنا آپ کی پیدائش کے قرب و نزدیک کے اظہار کے لئے تھا کیوں کہ جسے کسی چیز کا قرب حاصل ہو اسے اسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح آپ کی مدت حمل میں بھی اختلاف ہے بعض نے نو بعض نے دس، بعض نے سات اور بعض نے چھ ماہ کا قول کیا ہے۔

قسطلانی فرماتے ہیں کہ آپ کی پیدائش محمد بن یوسف کے گھر میں ہوئی جو حجاج

بن یوسف کا بھائی تھا۔ اور بعض نے شعب اور بعض نے روم کو آپ کی جائے ولادت قرار دیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کی پیدائش غسان میں ہوئی۔

اور ہمارے شیخ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ صحیح اور درست یہی ہے کہ آپ کی ولادت مکہ میں ہوئی ہے اور اب مشہور بھی یہی ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت اس لئے محرم، رجب اور رمضان میں نہیں ہوئی تاکہ آپ کو زمانے کی وجہ سے معزز و مشرف نہ سمجھا جائے بلکہ زمانے کو آپ سے عزت ملی جیسے مکان کو مکین کی وجہ سے شرف حاصل ہوتا ہے قسطلانی فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت یہ صدا گونجنے لگی کہ کون ہے جو اس در یتیم کی کفالت کرے گا جس کی قیمت ہی چکائی نہیں جاسکتی تو پرندے پکار اٹھے کہ ہم ان کی خدمت عظمیٰ کو غنیمت سمجھیں گے اور وحشیوں نے کہا کہ ہم آپ کی کفالت کے زیادہ حقدار ہیں تاکہ اس کی کفالت کی برکت سے ہم آپ کی شرف و تعظیم کا فریضہ بجا لاسکیں اور زبان قدرت پکار اٹھی کہ اے تمام مخلوقات سنو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتہ قدیمہ میں ثابت کر دیا ہے کہ اس کے نبی کریم ﷺ حضرت حلیمہ کی رضاعت میں ہوں گے جو حلم و بردباری کا مجسمہ ہیں۔ ابن اسحاق، ابن راھویہ ابولیلی، طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے۔ حضرت حلیمہ سے روایت کیا۔ کہ میں قحط والے سال میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ساتھ دودھ پلانے کے لئے بچوں کی تلاش میں مکہ میں آئی۔

اور میرے پاس اپنا بچہ بھی تھا اور ساتھ ایک عمر رسیدہ اونٹنی بھی جس سے قطرہ بھر دودھ بھی نہیں رستا تھا اور بچے کی بھوک کے ڈر کی وجہ سے ہم رات کو سکون سے نہ سوتے اور میرے پستانوں میں اتنا دودھ نہیں تھا جو اس بچے کے لئے کافی ہوتا اور نہ ہی ہماری اونٹنی شیردار تھی جس سے بچے کی غذا میسر ہوتی تو اسی بے کسی اور بے بسی کی حالت میں ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم ہم میں سے کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانے کے لئے اس کے سپرد نہ کیا گیا ہو لیکن جب یہ کہا جاتا کہ وہ در یتیم ہے تو وہ آپ کو لینے سے انکار کر دیتی خدا کی قسم میرے سوا میری باقی تمام سہیلیوں نے دودھ پلانے کے لئے بچہ مہیا کر لیا اور مجھے جب آپ کے سوا کوئی بچہ نہ مل سکا تو میں نے ناامیدی کے عالم میں اپنے خاوند سے کہا کہ خدا کی قسم سہیلیوں میں بچے کے بغیر واپس جانے کو میں اچھا نہیں سمجھتی بچے کی تلاش میں آنے والی عورتیں جو اس در یتیم کو چھوڑ آئی ہیں

میں تو اسے ضرور لے آؤں گی، تو میں اسے لینے کے لئے چل پڑی تو آپ اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے جو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھے جس سے کستوری کی مہک آرہی تھی اس کے نیچے سبز ریشم کا کپڑا تھا جس پر آپ پیٹھ کے بل سوئے ہوئے خراٹے لے رہے تھے۔ آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے میرا دل شفقت سے بھر آیا اور میں نے ان کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ میں نے قریب ہو کر ان کے سینے پر ہاتھ رکھا تو آپ تبسم بھرے انداز میں بیدار ہوئے اور اپنی چشمان مبارک کھولیں اور نورانی نگاہ سے مجھ پر نظر ڈالی تو آپ کی آنکھوں سے نور نکل کر آسمان کی بلندیوں میں جاگزین ہوا اور میری نظریں جمی رہ گئیں میں نے محبت بھرے انداز میں آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میں نے دایاں پستان انھیں پیش کیا آپ نے حسب منشا کچھ دودھ نوش فرمایا پھر میں نے انھیں بائیں پستان کی طرف لوٹایا تو آپ نے نوش فرمانے سے انکار فرما دیا اس کے بعد آپ نے رضاعت کے زمانے میں کبھی بھی بائیں پستان سے دودھ نوش نہیں فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا تھا کہ آپ کا دوسرا بھائی ساتھی بھی ہے اس لئے آپ کو عدل کی تاکید فرما دی حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ آپ بھی دودھ پی کر سیر ہوئے اور آپ کے بھائی بھی سیر ہوئے۔

پھر میں انھیں اسی حالت میں اپنی سواری کی طرف لے آئی اور پھر میرا خاوند اپنی نحیف اور بوڑھی اونٹنی کی طرف چل پڑا تو ہم نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ وہ اونٹنی دودھ سے بھری پڑی تھی اور اس نے اونٹنی کو دوہا اس نے اور میں دونوں نے اتنا دودھ پیا کہ ہم شکم سیر ہوگئے اور ہم نے ایک خوشحال ترین رات گزاری۔ میرے خاوند نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے حلیمہ یقین جانو خدا کی قسم میری دانست کے مطابق تم ایک مبارک بچہ لائی ہو دیکھو ذرا سوچو تو سہی، ہم نے اسے لا کر کتنی اچھی اور بابرکت رات گزاری ہے اور اس کی برکت اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں مزید خیر و بھلائی سے نوازے گا تو قافلوں کی روانگی کے وقت جب لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا تو نبی ﷺ کی والدہ نے مجھے رخصت کیا پھر میں اپنی سواری پر سوار ہو گئی اور محمد ﷺ کو میں نے اپنے سامنے رکھ لیا حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے سواری کو دیکھا تو اس نے خانہ کعبہ کی طرف پھر کر تین سجدے کئے اور پھر اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا پھر چل پڑی اور جو لوگ میرے ہم سفر تھے یہ ان کی سواریوں سے سبقت لے گئی لوگ میری سواری کی اس چال سے حیران رہ گئے دوسری عورتیں مجھ سے پیچھے رہ گئیں اور انھوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے ابو

ذویب کی بیٹی کیا یہ وہی سواری ہے جس پر سوار ہو کر تو ہمارے ساتھ آئی تھی جو کبھی تو نیچے ٹیک مارتی اور کبھی تو تجھے سوار کر لیتی تو میں نے خدا کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا کہ یہ وہی ہے تو عورتیں اس سواری کی تیز رفتاری کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں اور کہتیں کہ اس سواری کی بڑی شان ہے حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں سن رہی تھی میری سواری بول اٹھی اور کہہ رہی تھی ہاں یقیناً میری بڑی سے بڑی شان ہے اللہ نے مجھے موت کے بعد زندہ کر اٹھایا اور کمزوری کے بعد طاقت بخشی اے بنی سعد کی عورتوں تم پر افسوس ابھی تک تم خواب غفلت میں ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میری پشت پر تمام انبیاء سے بہتر "رسولوں کے سردار" تمام اولین و آخرین سے افضل اور حبیب رب العلمین جلوہ افروز ہیں (ﷺ)۔

ابن اسحاق وغیرہ کی روایت کے مطابق حضرت حلیمہ کا قول ہے کہ پھر ہم بنی سعد کے منازل تک پہنچ گئے اور اس وقت خدائی زمین میں سے ہمارے علاقہ سے زیادہ کوئی علاقہ قحط زدہ نہیں تھا لیکن میری بکریاں شام کو پیٹ بھر کر آتیں اور دودھ سے لبریز ہوتیں ہم انھیں دوہتے (☆اور حضرت حلیمہ کیوں نہ اتنا دودھ دوہتیں کیوں کہ آپ کے گھر وہ عظیم شخصیت تھی کہ دونوں جہان کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں)(مترجم)) اور خوشی خوشی دودھ نوش کرتے اور ہماری بکریوں کے علاوہ کسی کی بکری کے تھنوں میں دودھ نہ ہوتا اور ہماری قوم نے اپنے چرواہوں کو کہا کہ جہاں ابو ذویب کی بکریاں پھرتی ہیں تم بھی وہیں اپنی بکریاں چروایا کرو مگر ان کی بکریاں شام کو بھوکی واپس آتیں اور ان میں ایک قطرہ دودھ بھی دوہنے کو نہ ہوتا اور میری بکریاں پر شکم لوٹتیں اور دودھ سے لبریز ہوتیں خیر کثیر تو اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی برکت کی وجہ سے حضرت حلیمہ کے مویشیوں میں نشوونما اور اضافہ ہوتا گیا جس کی وجہ سے حضرت حلیمہ کا مرتبہ بلند ہوتا گیا اور وہ متمول بن گئیں اور پھر حلیمہ خیر و سعادت میں شہرت پاتی گئیں۔ اور آپ کی وجہ سے ہی خوبیوں کی بلندیوں پر فائز ہوئیں۔ کسی نے کیا خوب کہا

لقد بلغت بالهاشمي حليمة مقاما علا في ذروة العزو المجد و زادت مواشيها
واخصب ربعها وقدعم هذا السعد كل بني سعد

یقین جانیئے اس ہاشمی (ﷺ) کی بدولت حضرت حلیمہ عزت و بزرگی کے بلند مقام کی بلندی تک جا پہنچیں اور اس کے مال مویشی بڑھ گئے اور اس کا گھر خوشحال ہوگیا اور یہی نہیں بلکہ یہ سعادت تمام قبیلہ سعد میں پھیلتی گئی اور ابو عبداللہ محمد بن معلی ازدی کی کتاب ترقیص میں حضرت حلیمہ کے وہ اشعار بھی مذکور ہیں جن سے وہ

نبی مکرم ﷺ کو بہلایا کرتی تھیں اور وہ یہ ہیں

یارب اذا اعطیته فابقه واعله الی العلا و ارقه و ادحض اباطیل العدی بحقه وزدت انا بحقه بحقه بحقه

(☆ان اشعار سے معلوم ہوا کہ منصب نبوت کے اعلان سے پہلے جب آپ کا وسیلہ مفید اور چارہ ساز ہے تو بعد از بعثت بدرجہ اولی مفید ہے۔ "عتیقی")

ترجمہ (اے میرے رب جب تو نے اس سے نوازا ہے تو اسے عمر دراز عطا کر اور اسے بلند مرتبہ سے نواز اور روز بروز ترقی دے اور اس کے وسیلہ جلیلہ سے شیطان دشمن سے بچائے رکھ اور اس کے وسیلہ سے اس کے وسیلہ سے مجھے مزید انعامات سے نوازتا رہ۔)

امام بیہقی اور خطیب اور ابن عساکر نے اپنے تواریخ میں عباس بن عبدالمطلب سے روایت کی ہے کہ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت آپ کی نبوت کی ان نشانیوں نے دی ہے جن کا مشاہدہ میں نے آپ کے بچپن میں کیا' میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ مہد میں چاند سے باتیں فرماتے اور اپنی پیاری انگلی سے اس کی طرف اشارہ فرماتے جدھر آپ کی انگشت مبارک اٹھتی چاند ادھر جھک جاتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا درست ہے کہ میں چاند سے باتیں کرتا اور وہ مجھ سے محو گفتگو ہوتا اور مجھے رونے نہ دیتا اور جب چاند عرش کے نیچے بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہوتا تو میں اس کی آواز سنتا

اور فتح الباری میں سیرت واقدی سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا اور ابن سبع نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کے گہوارے کو فرشتے جھولایا کرتے امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ حضرت حلیمہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلے بچے تھے کہ جب میں نے انھیں دودھ چھڑایا تو انھوں نے بات کرتے ہوئے فرمایا

اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرة واصیلا

(ترجمہ) اللہ بہت بڑا ہے اور بکثرت خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں' میں صبح و شام اللہ ہی کی تقدیس بیان کرتا ہوں۔

جب آپ کی عمر شریف کچھ بڑھی تو آپ باہر تشریف لے جاتے بچوں کو کھیلتے

دیکھتے تو ان کے ساتھ کھیل میں مشغول ہونے سے اجتناب فرماتے۔

ابن سعد' ابو نعیم اور ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ آپ کو کہیں دور نہیں جانے دیتی تھیں ایک دن انھیں خیال نہ رہا تو آپ دوپہر کے وقت اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ بکریوں کے بچوں کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت حلیمہ آپ کی تلاش کے لئے چل پڑیں اور آپ کو اپنی رضاعی بہن کے پاس پایا حضرت حلیمہ نے غصے سے شیما کو کہا کہ کیا اس گرمی میں تو انھیں باہر لائی تو شیما نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میرے بھائی کو ذرا بھر گرمی محسوس نہیں ہوئی میں نے تو بڑا عجیب منظر دیکھا ہے کہ بادل کی ٹکڑی نے آپ پر سایہ کئے رکھا جب آپ رکتے تو وہ بادل بھی رک جاتا اور جب آپ چلتے تو وہ بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلتا اور اسی حالت میں آپ یہاں پہنچے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب ہم آپ کو دودھ 'چھوڑا کر آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے پاس لائے تو آپ کی جن برکات کا ہم نے مشاہدہ کیا تھا ان کی وجہ سے ہماری بڑی خواہش تھی کہ ہمارے پاس آپ کا مزید قیام ہو تو ہم نے آپ کی والدہ سے آپ کے بارے میں بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ انھیں مزید کچھ عرصہ ہمارے پاس رہنے دیں تو اچھا ہے ایک تو یہ مزید صحت مند ہو جائیں گے اور دوسرا مکہ میں پھیلی ہوئی وباء سے بھی محفوظ رہیں گے۔ تو آپ کی والدہ انھیں واپس بھیجنے پر رضامند ہو گئیں اور ہم انھیں واپس لے آئے۔ تو خدا کی قسم آپ کو واپس لانے کے دو یا تین ماہ بعد آپ کا رضاعی بھائی جو ہمارے مکانات کی عقبی جانب اپنی بکریوں کے بچوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا دوڑا آیا اور اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا کہ وہ جو ہمارا قریشی بھائی ہے نا اس کے پاس دو سفید لباس والے آدمی آئے اور انھوں نے اسے پہلو کے بل لٹا کر ان کا پیٹ چاک کر ڈالا' حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں اور اس کا والد تیزی سے ان کی طرف دوڑے آئے ہم نے آپ کو دیکھا آپ کا رنگ متغیر تھا تو رضاعی والد نے آپ کو سینے سے لگایا اور پوچھا کہ اے میرے بیٹے یہ کیا ماجرا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ سفید لباس والے آدمی آئے تو انھوں نے مجھے پہلو کے بل لٹایا اور میرا پیٹ چاک کیا اور اس میں سے کچھ نکال کر پھینک دیا اور پھر پیٹ اسی پہلی حالت میں کر دیا تو ہم ان کو بکریوں سے واپس لے آئے تو آپ کے رضاعی والد نے کہا اے حلیمہ مجھے اپنے لخت جگر کو گزند پہنچنے کا اندیشہ ہے تو میرے ساتھ چل اور ہمیں ان کے بارے میں کسی خوف و خطرہ کے اظہار سے پہلے گھر والوں کے

سپرد کر دینا چاہئے حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ ہم انھیں اٹھا کر ان کی والدہ ماجدہ کے پاس لے آئے تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ ان کی واپسی کی کیا وجہ حالانکہ تم دل و جان سے انھیں اپنے پاس رکھنے کی بڑی چاہت رکھتے تھے ہم نے کہا کہ ہمیں ان کے ضائع اور کوئی حادثہ رونما ہونے کا ڈر ہے تو حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ تمہیں جو معاملہ درپیش آیا اسے سچ سچ بیان کرو۔ انھوں نے ہمیں صحیح صورت حال بیان کرنے پر مجبور کر دیا تو حضرت آمنہ نے فرمایا کہ کیا تمہیں ان پر شیطانی اثر کا خدشہ لاحق ہوا۔ سنو اللہ کی قسم شیطان کو ان پر اثر انداز ہونے کی جرات نہیں اور یقین جانو کہ میرا یہ نور نظر بڑی شان والا ہو گا اور اس واقعہ سے تمہیں اس کی شان بتانا مقصود تھا اور آپ کا شق صدر دوبارہ اس وقت ہوا جب جبرائیل علیہ السلام غار حرا میں پہلی مرتبہ آپ کے پاس وحی لے کر آئے اور تیسری مرتبہ آپ کا شق صدر معراج کی رات ہوا اور جب آپ کی عمر شریف چار سال کی ہوئی' بعض نے آپ کی پانچ سال' بعض نے چھ سال' بعض نے سات سال' بعض نے نو سال اور بعض نے بارہ سال اور دس دن بتائی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ابواء میں ہوا اور ابواء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مقام حجون میں شعب ابی طالب میں آپ کی والدہ کا انتقال ہوا اور قاموس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کا مدفن مکہ میں مقام دار نابغہ میں ہے (نوٹ) حجون وہ مقدس مقام ہے کہ جہاں فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم ﷺ کے حکم کے مطابق علم نبوی گاڑا اور آپ نے کچھ عرصہ وہاں قیام فرمایا (مترجم عتیقی)

اور ابن سعد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور زہری اور عاصم بن عمرو بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی مضامین کے لحاظ سے بعض کی حدیث بعض دوسروں سے ملتی جلتی ہے ان تمام نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب آپ کی عمر چھ سال کی تھی تو آپ کی والدہ مدینہ منورہ میں آپ کے ننھیال بنی عدی بن بنی نجار کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئیں اور آپ بھی والدہ کے ہمراہ تھے اور آپ کے ساتھ ام ایمن بھی تھی اور آپ کی والدہ آپ کو دار نابغہ میں لے آئیں اور پھر انھوں نے ایک ماہ تک وہاں قیام کیا اور آپ بھی ان کے ساتھ ہی تھے آپ بھی ﷺ گاہے گاہے اپنے وہاں ٹھہرنے کے واقعات کا تذکرہ فرماتے اور ایک مکان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مجھے میری والدہ یہاں لائی تھی اور بنی عدی بن نجار کے لوگوں نے

انتہائی حسن سلوک کا مظاہرہ کیا وہ وہاں کے باشندے یہودی تھے اور مجھے بار بار آتے جاتے بڑے غور سے دیکھتے ام ایمن کا بیان ہے کہ میں نے ان میں سے ایک کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ ان کے ہجرت کی جگہ ہے اور میں نے ان تمام کی باتیں یاد رکھیں پھر جب آپ کی والدہ آپ کو واپس مکہ لے جا رہی تھیں تو جب وہ مقام ابواء میں پہنچیں تو وفات پاگئیں اور علامہ جلال الدین سیوطی کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین جنتی ہیں البتہ جمہور اس مسئلہ میں علامہ سیوطی کے ساتھ متفق نہیں۔(☆(نوٹ) علامہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے والدین کے ناجی نہ ہونے سے رجوع کر لیا تھا اور اس غلط عقیدہ کی وجہ سے بارگاہ ایزدی سے معافی مانگی تھی۔ الحمد للہ علی ذلک مسئلہ ہذا کی مکمل تحقیق و تفصیل کے لئے کتاب "نور العینین فی ایمان آباء سید الکونین" کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ مؤلفہ مولانا حافظ محمد علی لاہوری۔ مکتبہ رضائے مصطفے چوک دارالسلام گوجرانوالہ

ام ایمن آپ کی دائی بھی تھی اور آپ کی والدہ کی وفات کے بعد آپ کی پرورش بھی انھوں نے کی اور نبی علیہ السلام انھیں فرمایا کرتے کہ میری والدہ کی جگہ بھی تم ہی میری والدہ ہو آپ کے دادا عبدالمطلب جو آپ کے سرپرست بھی تھے کی وفات اس وقت ہوئی جب آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی بعض نے کہا کہ نو سال بعض نے دس اور بعض نے چھ سال بھی کہا اور ایک روایت کے مطابق آپ کے دادا کی عمر اس وقت ۱۱۰ (ایک سو دس سال) تھی اور بعض نے کہا کہ ایک سو چالیس سال تھی اور آپ کی پرورش کی ذمہ داری ابو طالب نے سنبھالی اور ابو طالب کا نام عبد مناف تھا اور عبدالمطلب نے انسے آپ کی پرورش کی وصیت کی تھی کیوں کہ وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا اور جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال ہوئی تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ملک شام تشریف لے گئے۔ اور جب بصری میں پہنچے تو بحیرہ راہب جس کا اصلی نام جرجیس تھا' نے آپ کو دیکھا اور آپ کے توریت میں بیان کردہ اوصاف سے آپ کو پہچان لیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر یہ کہا کہ **ھذا سید العالمین ھذا یبعثہ اللہ رحمت للعلمین** (ترجمہ) کہ یہ کائنات کا سردار ہے اور اسے اللہ رحمتہ للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ اور بحیرہ سے پوچھا گیا کہ تمہیں یہ کس نے بتایا تو اس نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ یقین کیجئے جب تم ان کے ہمراہ اس گھاٹی سے نمودار ہوئے تو یہاں کا کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو ان کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوا ہو اور شجرو حجر نبی کے سامنے ہی سجدہ ریز ہوتے ہیں اور میں انھیں مہر

نبوت سے پہچانتا ہوں جو آپ کے شانے کی ہڈی کے نیچے ہے اور شکل میں سیب سے ملتی جلتی ہے۔ ہم نے ان کے نشانات کا تذکرہ اپنی کتابوں میں پایا ہے بحیرہ کو آپ کے بارے میں یہود سے اندیشہ تھا اس کے پیش نظر اس نے ابو طالب سے آپ کو واپس لے جانے کو کہا اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے نیز اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کی تشریف آوری کے وقت بادل نے آپ پر سایہ کر رکھا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

ان قال یوما ظللتہ غمامتہ ھی فی الحقیقت تحت ظل القائل

قائل نے کہا کہ بادل نے ان پر سایہ کیا۔ دراصل یہ بادل قائل کے سایہ کے نیچے تھا۔(☆ورنہ پھر تمام کائنات آپ ﷺ کے زیر سایہ ہے۔ (مترجم))

ابن مندہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند ضعیف بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ہم سفر تھے ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی اور نبی کریم ﷺ بیس برس کے تھے اور وہ تجارت کے سلسلہ میں شام جاتے ہوئے ایک مقام میں ٹھہرے وہاں بیری کا ایک درخت تھا تو نبی ﷺ اس کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ تو ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کچھ دریافت کرنے راہب کے پاس چلے گئے جس کا نام بحیرا تھا تو راہب نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پوچھا کہ درخت کے سائے میں بیٹھنے والا کون ہے تو انھوں نے جواب میں کہا کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب تو راہب نے کہا کہ خدا کی قسم یہ نبی ہیں کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس کے نیچے محمد ﷺ نے ہی بیٹھنا تھا۔ راہب کی یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ثبت ہو گئی اور جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے ابوبکر نے ہی آپ کی اتباع کی حافظ عسقلانی نے اصابہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر مذکورہ واقعہ صحیح ہو تو ابو طالب کے ساتھ سفر کے بعد کسی اور سفر کا واقعہ ہے اور آپ کا تیسرا سفر وہ ہے جو آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلہ بن اسد کے میسرہ نامی غلام کے ہمراہ ان کا مال تجارت لے کر شام تشریف لے گئے تو جب آپ بصری کے بازار میں پہنچے (اس وقت سفر کے وقت آپ کی عمر پچیس برس تھی) تو آپ نے ایک درخت کے سایہ میں قیام فرمایا پھر نسطور نامی راہب نے کہا کہ اس درخت کے سایہ میں صرف نبی ہی بیٹھتا ہے اور ایک روایت ایسی بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد' اور اس سفر میں میسرہ اس منظر کو دیکھ رہا تھا کہ دوپہر کے وقت سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے دو فرشتے آپ پر سایہ کر رہے ہیں اور جب دوپہر

کے وقت واپس مکہ تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بالاخانے میں تھیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اونٹ پر سوار تھے اور دو فرشتوں نے آپ پر سایہ کر رکھا تھا۔ اسے ابو نعیم نے روایت کیا ہے تو اس واقعہ کے دو ماہ اور پچیس دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے شادی کر لی ایک روایت کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر اکیس سال تھی اور دوسری روایت کے مطابق تیس سال اور دور جاہلیت میں بھی حضرت خدیجہ کو طاہرہ (پاک و صاف) کے لقب سے پکارا جاتا اور پہلے آپ ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی کے عقد میں تھیں اس سے دو بیٹے ہند اور ہالہ پیدا ہوئے پھر عتیق بن عائذ مخزومی نے ان سے شادی کر لی اور اس سے بھی ہندہ نامی ایک لڑکی پیدا ہوئی اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکاح کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی اور انہوں نے خود نبی علیہ السلام کو نکاح کی پیشکش کی تو آپ نے اس کا تذکرہ اپنے چچاؤں سے کیا اور ان میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ جاکر خویلد بن اسد سے شادی کا معاملہ طے کیا پھر حضرت خدیجہ کو پیغام نکاح دے کر آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی اور بیس اونٹ مہر مقرر ہوا اور تقریب نکاح میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور قبیلہ مضر کے سرکردہ افراد شریک ہوئے اور آپ کے چچا ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔

تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد معد قبیلہ اور مضر کی شاخ سے بنایا اور ہمیں اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا منتظم بنایا، حج کرنے کے لئے ہمارے لئے گھر بنایا اور حرم کو امن کا گہوار بنایا اور ہمیں لوگوں پر حکمران ٹھہرایا۔ پھر یاد رکھو کہ کسی شخص کا بھی میرے بھائی کے لڑکے محمد بن عبداللہ سے موازنہ کراؤ گے تو کوئی بھی اس کا ہمسرو ہم پلہ نہیں اگرچہ یہ مال و دولت میں کم ہے مگر مال زوال پذیر اور آنی جانی چیز ہے اور محمد (ﷺ) کی رشتہ داری تم جانتے ہی ہو انہوں نے خدیجہ بن خویلد سے نکاح کیا اور اس کے مہر موجل اور غیر موجل (معجل) میں میرے ذاتی مال سے اتنا خرچ کیا۔ خدا کی قسم اس کے بعد ان کے لئے خبر عظیم اور مرتبہ جلیل ہوگا تو اس طرح آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد نکاح کر لیا۔

زمانہ جاہلیت میں حضرت خدیجہ کا مقام......

جب آپ اپنی عمر کے پینتسویں سال میں تھے تو آنے والے سیلاب کی وجہ سے قریش

کو خانہ کعبہ کے گرنے کا خوف پیدا ہوا۔ انہوں نے سعد بن عاص کے غلام اقوام کو کعبہ معظمہ کی تعمیر نو کے لئے کہا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ تعمیر کعبہ میں شریک تھے اور وہ بھی قریش کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے۔ قریش اپنے تہہ بند اپنے کندھوں پر ڈالے پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تو آپ نے بھی ایسا کرنا چاہا تو آپ کو لبط ہوا اور صاحب ناموس کی تصریح کے مطابق یعنی آپ گر پڑے اور غیب سے یہ آواز آنے لگی کہ اپنے مقام ستر کا خیال رکھو۔ آپ کو غیب سے سنائی دینے والی یہ پہلی آواز تھی۔ ابو طالب یا عباس نے آپ کو کہا کہ اے میرے بھتیجے اپنی چادر سے سر ڈھانپ لو تو آپ نے فرمایا مجھے کوئی تکلیف نہیں اور جو معاملہ درپیش آیا یہ عریانی کی وجہ سے درپیش آیا۔

بعثت......

جب آپ چالیس سال کے ہوئے یا چالیس سال چالیس دن کے یا چالیس سال دس دن کے یا چالیس سال دو ماہ کے تو سترھویں رمضان المبارک بروز پیر یا سات رمضان المبارک یا رمضان المبارک کی چوبیسویں رات اور ابن عبدالبر کی روایت کے مطابق آٹھ ربیع الاول بروز پیر واقعہ اصحاب فیل کے اکتالیسویں سال اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمتہ للعالمین اور تمام کائنات کا رسول بنا کر بھیجا۔

ابن جریر اور ابن منذر وغیرہما نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **لقد جاءکم رسول من انفسکم** کہ یقیناً تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول آیا کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تم میں سے ہی بھیجا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نبوت و کرامت سے نوازا ہے تم اس پر حسد نہ کرو۔ مومنوں کی تکلیف آپ پر شاق گذرتی ہے اور تم میں سے جو گمراہ ہیں آپ شدت سے اللہ تعالیٰ سے ان کی ہدایت کے متمنی ہیں۔

ابن ابو حاتم اور ابو الشیخ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **عزیز علیہ ماعنتم** کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا اس کا معنی مطلب یہ ہے کہ تمہاری تکلیف آپ کو سخت ناگوار ہے اور آپ دل سے چاہتے ہیں کہ کافر مسلمان ہوں لہٰذا **عزیز علیہ ماعنتم** کا ماحصل یہ ہوگا کہ تمہاری تکلیف و مشقت آپ پر ناگوار ہے۔ تو آپ ہی کی برکت کی وجہ سے خطا و نسیان اور جبر پر تم سے مواخذہ نہ ہوگا۔

اور تمہیں سابقہ امتوں کی ذمہ داریوں اور مشقتوں سے آزاد کر ڈالا۔ کیوں کہ

آپ آسان یکتا ملت اور پسندیدہ اور نہایت واضح طریقہ لے کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ عزیز کا تعلق ماقبل قریب سے تہ ہو اور ماقبل بعید سے اس کا تعلق ہو تو پھر عزیز کا لفظ رسول کی صفت ہوگا تو معنی یہ ہوگا کہ آپ ﷺ معزز وجود والے ہیں۔ اور کامل بخشش والے عجوبہ حسن و جمال اور بے نظیر بے مثال ہیں۔ یا عزیز کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہمارے ہاں مکرم و عزت والے ہیں تو اے لوگوں تم بھی ان کی عزت و اکرام، مدد اور تعظیم کرو۔

اور ارشاد باری تعالیٰ لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزرو کی قرائت شاذہ جہاں تعزرو کی راء کے بجائے زاء آئی ہوئی ہے مذکورہ معنی کو مؤید ہے۔

یا عزیز کا معنی یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے تمام رسولوں پر غالب ہیں یا آپ کا دین ہر زمان و مکان کو شامل ہونے کی وجہ سے تمام ادیان پر غالب ہے۔ اس لئے آپ تمام رسولوں پر غالب ہیں یا اس لئے آپ غالب ہیں کہ جیسے آپ دوستوں پر مہربان ہیں ایسے ہی آپ دشمنوں سے بدلہ لیتے ہیں تو اب علیہ ماعنتم کا یہ معنی ہوگا کہ آپ تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں اور تمہاری مشقت آپ پر ناگوار گذرتی ہے۔ کیوں کہ آپ رحمتہ للعالمین یعنی تمام کائنات کے لئے رحمت اور وافتہ للمومنین اور تمام مؤمنین کے لئے مجسمہ رافت ہیں ﷺ

اورحریص علیکم کا یہ معنی ہوگا کہ آپ ﷺ تمہارے ایمان لانے، ثابت قدم رہنے اور تمہارے ساتھ حسن سلوک کرنے پر حریص ہیں تو اب بالمومنین رؤف الرحیم کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ خصوصاً مومنین پر انتہائی رافت اور شفقت و راہنمائی اور مہربانی و رحمت فرماتے ہیں۔

ابن حاتم نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور انھوں نے مجھے کہا اے محمد ﷺ کہ تمہارے رب نے تمہیں سلام کہا ہے اور تمہاری طرف یہ فرشتہ بھیجا ہے جو پہاڑوں کا منتظم ہے اور یہ آپ کا ہر حکم ماننے پر مامور ہے آپ چاہیں تو کفار پر پہاڑ گرا دئے جائیں اور اگر آپ کی مرضی ہو تو ان پر پتھر برسا کر انھیں تباہ کر دیا جائے اور اگر آپ کی مرضی ہو تو انھیں زمین میں دھنسا دیا جائے بہرحال جیسے آپ کی رضا ہو" تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتے) مجھے ان سے امید ہے شاید کہ ان کی اولاد سے کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہو جائے" تو ملک الجبال نے آپ کا یہ

شفقت بھرا جواب سن کر کہا کہ درحقیقت آپ ایسے ہی ہیں جیسے کہ تمہیں تمہارے رب نے رؤف رحیم کہا۔

ابن مردویہ بروایت ابو صالح حنفی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان اللہ رحیم یقیناً اللہ رحیم ہے اور وہ رحیم کو ہی اپنی رحمت کا مصداق بناتا ہے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم میں سے ہر ایک اپنے مال و اولاد پر رحیم ہے' تو پھر ہم میں سے ہر ایک رحیم ہی ہوا' پھر آپ کی یا کسی کی کیا خصوصیت ہوئی تو آپ نے فرمایا رحیم کا جو محدود سا مطلب تم نے سمجھا وہ مطلب نہیں بلکہ رحیم کا وہ مطلب ہے جو ارشاد خداوند سے معلوم ہو رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم تو حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ جو رحیم ہیں تو آپ کی رحمت کی عمومی حیثیت بھی ہے اور خصوصی حیثیت بھی اور تمہاری رحمت کی محدود ہی خصوصی حیثیت ہے۔

جیسے کہ ایک صحیح حدیث میں مروی ہے کہ **لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ** (ترجمہ) کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اپنے لئے پسند کردہ چیز اپنے بھائی کے لئے پسند نہیں کرتا۔ اور اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں ہے۔

الراحمون یرحمھم الرحمن۔ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (ترجمہ) رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی مہربان ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو' تو وہ ذات یکتا کہ بلند آسمان اس کے قبضہ قدرت میں ہیں تم پر رحم فرمائے گی۔

ان تولو اگر کافر تم پر ایمان لانے سے منہ پھیرلیں یا تمام مخلوق آپ سے اور آپ کے پیروکاروں سے دست کش ہو جائے تو آپ یہ فرما دیا کریں **حسبی اللہ** کہ اللہ میرے تمام امور کے لئے کافی ہے۔

لا الہ الا ھو کہ رب کائنات کے سوا اور کوئی رب نہیں اس لئے **علیہ توکلت** نیز اسی پر بھروسہ ہے اور وہی میرا سہارا ہے۔

وھو رب العرش العظیم عظیم کا لفظ یہ عرش کی صفت ہے یا رب کے عرش کی صفت ہے تو معنی یہ ہوگا کہ عرش اتنے بڑے جسم والا ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کا احاطہ کر رکھا ہے۔

منقول ہے کہ سات زمینیں آسمان دنیا (پہلے آسمان) کے پہلو میں ایسی ہیں جیسے ایک وسیع تر میدان میں ایک چھوٹا سا گڑھا۔ ایسے ہی ایک آسمان کا دوسرے سے یہی تناسب ہے (یعنی ہر نیچے والا آسمان اوپر والے آسمان کے ساتھ یہی مناسبت رکھتا ہے) جو ایک چھوٹے سے گڑھے کی وسیع تر بیابان کے ساتھ اور زمینوں اور آسمانوں کی اتنی وسعت کے باوجود حدیث قدسی میں مروی ہے کہ (زمینوں و آسمانوں کی وسعت میں بھی میری گنجائش نہیں البتہ عبد مومن کے دل میں گنجائش ہے)

ابوداؤد نے ابو درداء سے موقوفاً اور ابن سنی نے ان سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جو آدمی صبح و شام سات مرتبہ

حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم (پارہ نمبر ۱۱، رکوع نمبر ۵، آیت نمبر ۱۲۹)

پڑھ لے تو اسے دنیا و آخرت کے غم سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

ابن ابی شیبہ اور علاوہ ازیں دوسرے بکثرت راویوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انھوں نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

لقد جائکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمئومنین رئوف رحیم فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم (پارہ نمبر ۱۱، رکوع ۵، آیت نمبر ۱۲۹)

یہ آخری آیت مبارکہ ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔ پس اسی پر معاملہ ختم کیا جس سے شروع کیا اور وہ ہے۔ **لا الہ الا ھو** فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون (پارہ نمبر ۱۷، رکوع نمبر ۲، آیت نمبر ۲۵)

(ترجمہ) "اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی کو پوجو۔"

پس ہم اس امید کے پیش نظر اپنی کتاب کو ان کلمات پر ختم کرتے ہیں جن کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین ﷺ پر اپنی کتاب مبین کے نزول کو ختم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے نیز اللہ تعالیٰ اپنے فضل عظیم سے ہمیں بلند و بالا مقام تک پہنچائے اور اپنی توفیق سے ان عظیم شخصیات کی رفاقت نصیب کرے جن کے بارے میں فرمایا

انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین (الایہ) والحمد للہ اولا و اخرا و ظاھرا وباطنا وحدیثا وقدیما۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ وسلم تسلیما

کلمہ کفر محمد (ﷺ) غیب کیا جانیں

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے..... **یحلفون باللہ ماقالو ولقد قالو کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم** (پ ۱۰ ع ۱۶ سورہ التوبہ)

"خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بے شک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہوگئے۔"

ابن جریر اور طبرانی اور ابوالشیخ و ابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا عنقریب ایک شخص آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا، اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے گستاخی نہ کی اور بے شک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کرکے اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔ دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانی کا مدعی کروڑ بار کا کلمہ گو ہو، کافر ہو جاتا ہے اور فرماتا ہے :

ولئن سالتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ وایتہ ورسولہ کنتم تستھزون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (پ ۱۰ ع ۱۴، سورہ التوبہ)

اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابوالشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں۔

انہ قال فی قولہ تعالی ولئن سالتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وما یدریہ بالغیب۔

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی، اس کی تلاش تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے، اس پر ایک منافق بولا محمد (ﷺ) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا جانیں؟

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہوگئے۔ (دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر، جلد دہم صفحہ ۱۰۵ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم صفحہ ۲۵۴)

مسلمانو! دیکھو محمد ﷺ کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ وہ غیب کیا جانیں کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔

اقوال اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

(۱) جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے اللہ نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔

(۲) اولیاء اللہ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور مشابہت کرنا کسی دن ولی اللہ کر دیتا ہے۔

(۳) نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔

(۴) جس کا ایمان پر خاتمہ ہوگیا اس نے سب کچھ پالیا۔

(۵) جس سے اللہ و رسول ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔

قصیدۂ نور

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا — مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا — بارہ برجوں سے جھکا ایک اک ستارا نور کا
تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا — بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالا نور کا — نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا
پشت پر ڈھلکا سرانور سے شملہ نور کا — دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا — تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا — تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجا نور کا
جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا — نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا — تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا
نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا — ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں — کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
"ک" "گیسو" "ہ" "دہن" "ی" "ابرو آنکھیں" "ع" "ص" — "کھیعص" ان کا ہے چہرہ نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

بارہویں تاریخ

سحاب رحمت باری ہے بارہویں تاریخ
کرم کا چشمہ جاری ہے بارہویں تاریخ

ہمیں تو جان سے پیاری ہے بارہویں تاریخ
عدو کے دل کو کٹاری ہے بارہویں تاریخ

اسی نے موسم گل کو کیا ہے موسم گل
بہار فصل بہاری ہے بارہویں تاریخ

بنی ہے سرمۂ چشم بصیرت و ایماں
اٹھی جو گرد سواری ہے بارہویں تاریخ

ہزار عید ہوں ایک ایک لحظہ پر قرباں
خوشی دلوں پہ وہ طاری ہے بارہویں تاریخ

فلک پہ عرش بریں کا گمان ہوتا ہے
زمین خلد کی کیاری ہے بارہویں تاریخ

تمام ہو گئی میلاد انبیاء کی خوشی
ہمیشہ اب تری باری ہے بارہویں تاریخ

دلوں کے میل دھلے گل کھلے سرور ملے
عجیب چشمہ جاری ہے بارہویں تاریخ

چڑھی ہے اوج پہ تقدیر خاکساروں کی
خدا نے جب سے اتاری ہے بارہویں تاریخ

خدا کے فضل سے ایمان میں ہیں ہم پورے
کہ اپنی روح میں ساری ہے بارہویں تاریخ

ولادت شہ دیں ہر خوشی کی باعث ہے
ہزار عید سے بھاری ہے بارہویں تاریخ

ہمیشہ تو نے غلاموں کے دل کئے ٹھنڈے
جلے جو تجھ سے وہ ناری ہے بارہویں تاریخ

خوشی ہے اہل سنن میں مگر عدو کے یہاں
فغان و شیون و زاری ہے بارہویں تاریخ

جدھر گیا سنی آواز یارسول اللہ
ہر ایک جگہ اسے خواری ہے بارہویں تاریخ

عدو ولادت شیطاں کے دن منائے خوشی
کہ عید عید ہماری ہے بارہویں تاریخ

حسن ولادت سرکار سے ہوا روشن
مرے خدا کو بھی پیاری ہے بارہویں تاریخ

از مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

(ذوق نعت)